رجسٹرڈ ایل نمبر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

ہفتہ وار اخبار

الحکم

سیرت مسیح موعود نمبر

قادیان

دورِ جدید

چہ گویم باتو گرآئی چادر قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی
بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
حکومت اور والیانِ ریاست سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۰
امراء اور رؤسا سے ۔ ۔ ۔ ۵۰
معاونین سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۰
عوام سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶
ممالک غیر سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲

الحکم

قادیان دارالامان سے ہر ماہ عیسوی کی ۷ ۔ ۱۴ ۔ ۲۱ ۔ ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۴

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

نمبر ۸ تا ۱۱	۱۳۲۱ ہش	۲۸-۲۱-۱۴-۷ سنہ ہجرت	مورخہ ۷ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۸ مئی سنہ ۱۹۴۲ء مطابق	جلد ۴۵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام اللہ تعالیٰ کی وحی میں

(۱)

ایک رات مجھے خدا نے اطلاع دی۔ کہ اس نے مجھے اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۶۵ حاشیہ)

(۲)

انت وجیہ فی حضرتی۔ اخترتک لنفسی ۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی فحان ان تعان و تعرف بین الناس ۔ (تذکرہ ص ۴۶)

(۳)

انی ناصرک۔ انی حافظک۔ انی جاعلک للناس اماما۔ اکان للناس عجبا۔ قل ھو اللّٰہ عجیب یجتبی من یشاء من عبادہ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ وتلک الایام نداولھا بین الناس۔ میں تیری مدد کروں گا۔ میں تیری حفاظت کرونگا میں تجھے لوگوں کے لئے پیش رو بناؤں گا۔ کیا لوگوں کو تعجب ہوا۔ کہ خدا ذو العجائب ہے۔ ہمیشہ عجیب کام ظہور میں لاتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا۔ اور لوگ پوچھے جاتے ہیں۔ اور ہم یہ دن لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔ (تذکرہ ص ۸۱)

(۴)

وقالوا انی لک ھذا۔ وقالوا ان ھذا الا اختلاق۔ اذا نصر اللّٰہ المومن جعل لہ الحاسدین فی الارض فالنار موعدھم۔ قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ اور کہیں گے۔ کہ یہ تجھ کو کہاں سے۔ اور یہ تو ایک بناوٹ ہے۔ خدا تعالیٰ جب مومن کی مدد کرتا ہے تو زمین پر کئی حاسد بنا دیتا ہے۔ سو جو لوگ حسد پر اصرار کریں اور باز نہ آویں۔ تو جہنم ان کا وعدہ گاہ ہے۔ کہہ یہ سب کاروبار خدا کی طرف سے ہیں۔ پھر ان کو چھوڑ دے تا اپنے لہو و لعب کے خوض میں کھیلتے رہیں۔ (تذکرہ ص ۹۱)

(۵)

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ (تذکرہ ص ۱۰۵)

(۶)

ثم احییناک بعد ما اھلکنا القرون الاولیٰ وجعلناک المسیح ابن مریم۔ پھر ہم نے تجھے زندہ کیا بعد اس کے جو پہلی قرنوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور تجھے ہم نے مسیح ابن مریم بنایا یعنی بعد اس کے جو عام طور پر مشائخ اور علماء میں موت روحانی پھیل گئی۔ (تذکرہ ص ۱۸۹)

(۷)

میں تجھے عزت دوں گا۔ اور بڑھاؤں گا۔ اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔
(تذکرہ ص ۱۹۹)

(۸)

انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ وجدتک ماوجدتک انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک۔ انت منی سری و انت مرادی ومعی انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی ۔ (تذکرہ ص ۲۲۰)
تو میرے ہاں وہ منزلت رکھتا ہے جسے مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا۔ میں نے تجھے اس شان کا پایا ہے۔ جس کا پایا ہے۔ جو تیری اہانت چاہے گا۔ میں اسے ذلیل و رسوا کروں گا۔ اور جو شخص تیری مدد کرنے کا ارادہ بھی رکھیگا اس کا میں مددگار ہوں گا۔ اور تو میرا ہے۔ اور تیرا راز میرا ہی راز ہے۔ اور تو میرا مطلب ہے اور میرے ساتھ ہے۔ اور تو میری درگاہ میں صاحب وجاہت ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے برگزیدہ کیا۔

(۹)

آسمان سے کئی تخت اترے۔ مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ (تذکرہ ص ۲۳۲)
جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے (تذکرہ ص ۳۴۳)
یا احمد جعلت مرسلا۔ اے احمد تو مرسل بنایا گیا۔ یعنی جیسے کہ تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا اسی طرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے کیونکہ احمد نبی ہے نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی

(تذکرہ ص ۳۵۴)

(نتیجۂ فکر شاعر احمدیت جناب محمد صدیق صاحب ثاقب زیروی)

اب بھی ثاقب جب وہ یاد آتا ہے کبھی
ایک دھندلا سا تصور شوکت اسلام کا
رات کی پہنائیوں میں جب خیال آ جاتا ہے
ہاں کبھی وہ دن تھے لہراتا تھا اسلامی علم
غیر کی نظروں میں بھی شان تھی جاتی رہی

اشک بھر آتے ہیں مرجھا جاتی ہے دل کی کلی
اور دینِ مصطفیٰ کی عظمت و اکرام کا
تھام لیتا ہوں کلیجہ قلب تھرا جاتا ہے
لیکن اب ہے ضعفِ دینِ مصطفیٰ کو دمبدم
اپنے ایمانوں میں جو کچھ جان تھی جاتی رہی

حیف یہ اسلام والے کس قدر مغرور ہیں
بادۂ غفلت سے ظالم کس قدر مخمور ہیں

اپنے فرضِ منصبی کا کچھ نہیں ان کو خیال
خود ستائی خود نمائی ان کا شغل اولین
رات دن فتویٰ فروشی سے انہیں بس کام ہے
چند جھگڑوں میں ہیچ دیتے ہیں ضمیر
جس جگہ جھگڑا کرانا ہو انہیں لے جایئے
دو مسلماں ہوں جہاں یہ انہیں بھی اسباب گیں
اس پہ طرہ یہ کہ یہ مذہب کے ٹھیکیدار ہیں
ان کے کہنے سے مسلماں حلقۂ اسلام میں
خیر گر ہو ہے ہوں کو وہ تو کافر بالیقیں

دیکھ کر یہ ضعفِ دیں ہوتا نہیں مطلق ملال
انکساری بھول کر بھی پاس تک بھٹکی نہیں
کیا یہ کافر دل مسلماں تو فقط اک نام ہے
پھر بھی ہیں وارث نبی کے پھر بھی ہیں تقویٰ کے پیر
جس جگہ ابتر بنانا ہو انہیں لے جایئے
بھائی سے بھائی کا ملنا ان کا مشرب ہی نہیں
ظاہراً ہیں نیک باطن میں مگر غدار ہیں
ورنہ پھنس جاتا ہے وہ حرص و ہوا کے دام میں
وہ کہے گر وہ خدا ہیں حق یہ ہو سکتا نہیں

ہاں انہیں سب کچھ ہے جائز ان کو سب کچھ ہے روا
جس کو چاہیں بنا دیں دن دہاڑے برملا

حضرت عیسیٰ کو گر چاہیں خدا سے دیں ملا
بیٹھ کر ان کو مزاروں پر یہ دولت لوٹ لیں
ان کے ایماں میں خلل آیا نہ ہرگز آئے گا
جو کہے یہ حضرت عیسیٰ نہیں ہیں چرخ پر
اس کو کہتے ہیں یہ ہے مرزائیوں کا ہمنوا
جو کہے مرزا غلام احمد کو مصلح وقت کا
کیونکہ پھر وہ ان کے مطلب کا رہ جاتا نہیں
پھر وہ کہتا ہے کہ یہ عالم ہیں مطلق رہزن
تم سنو تو باتیں کچھ تو مجھ کو گمراہ کی
بندہ باطن ہوں گے سارے اس احمدی کمولوی
گر نہیں سمجھو تو سمجھو مجھ سے آ کر مسئلے

جتنا جی چاہے اماموں کا بھی دیں رتبہ بڑھا
مانگیں مردوں سے دعائیں دل میں جو آئے کریں
جتنا یہ اس کو گھٹائیں گے وہ بڑھتا جائیگا
تم تو ایمانِ الٰہی پر نہیں رکھتے تنائے
بولنا اسلام میں اس سے نہیں ہرگز روا
ان کی نظروں میں وہ بس اسلام سے خارج ہوا
ان کی چکنی چپڑی باتوں میں وہ پھر آتا نہیں
ہیں یہ سب اٹیج تک ان کے زمانے بانکپن
ان کی نسبت پیشگوئی ہے رسول اللہ کی
ہوں گی جن کے ذہن میں مکر و ریا کی چاشنی
دور ہونے جا رہے ہو کیوں مسیحِ وقت سے

ہیں یہی وہ مولوی جن کی یہ قیل و قال ہے
انبیاء کے وارثوں میں ہی مگر یہ حال ہے

قبض و بسط

ہمارے مشاہدے میں یہ بات آتی ہے۔ کہ دنیا میں قبض و بسط کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ کبھی دنیا کو پیدائش اور تخلیق کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے۔ اور کبھی موت و فنا کے ہاتھ سے اس پھیلی ہوئی دنیا کو سمیٹا جا رہا ہے۔ کبھی بارش و ابر باراں کے ساتھ طرح طرح کی سبزیاں پھول اور پھل اور روئیدگیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ اور کبھی خزاں کا ہاتھ ان کو صاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح کائنات کے ہر ایک ذرہ میں قبض و بسط کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ روحانی دنیا میں بھی فترۃ کا زمانہ کبھی ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ جس سے جہاں مومنوں میں ایک گرمی اور تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ وہاں ان دو صفات الٰہیہ کا بھی ظہور ہوتا رہتا ہے۔

اسباب کا پیدا اور مہیا ہونا بھی بسط کی علامت ہے۔ اور اسباب کا کم ہو جانا یا بالکل ختم ہو جانا اس کے القابض ہونے پر ایک کھلی دلیل بن جاتا ہے۔ الحکم کے ساتھ اس قبض و بسط کا سلسلہ ایک عرصہ سے چلا آتا ہے۔ باوجود اس کے کہ کئی دفعہ لمبا لمبا عرصہ اسباب مفقود ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر وہ خود ہی اسباب پیدا کر کے اپنی قدرت کا ایک تیسرا ظہور جو القادر کے رنگ میں نمودار ہوا کرتا ہے۔ ہم کو دکھاتا ہے۔ گذشتہ سال ۲۸ اپریل کے بعد میری انتہائی کوشش کے باوجود میں الحکم نکالنے پر قادر نہ ہوا۔ ایسی امساک باراں ہوئی۔ اور ایسی قبض پیدا ہوئی۔ کہ ساری تدابیر میری ناکامی کا مرقع بن کر رہ گئیں۔ اور میں خود زندگی کے تلاطم خیز سمندر میں غوطے کھانے لگا۔ انسانی زندگی کا مختلف قسم کے مدوجزروں میں سے گزرنا ایک داستان پُر ہیبت و رعب ہے۔ کبھی انسان تلاطم خیز موجوں میں غوطے کھاتا ہے۔ اور کبھی سرسبز وادیوں اور پُرلطف ساحلوں کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ مگر میری اپنی داستان تو ان گذشتہ ایام میں داستانِ غم ہی ہے۔ مجھے ابھی ایک سال میں کوئی ساحل یا کنارہ نظر نہیں آیا۔ صحت اس قدر گری کہ میں خود کو بالکل ناکارہ اور بے فائدہ خیال کرنے لگا۔ مگر قدرت کے اسباب نے پھر ایک پلٹا کھایا۔ میری کھوئی ہوئی صحت اگرچہ مجھے واپس نہیں ملی۔ مگر ایک شعاع امید مجھے پھر نظر آئی۔ اخبار کے لئے بھی اگرچہ کوئی اسباب پیدا نہیں ہوئے۔ مگر مجھے ایک قلبی تحریک کہتی ہے۔ کہ الحکم کو بند نہ کرو۔ اور ہمت کرتے رہو۔ اسباب آج بھی ویسے ہی مفقود ہیں۔ جیسے گذشتہ سال مگر میں نے اس تحریک پر جو مجھے دل کی گہرائی سے اٹھتی نظر آتی ہے۔ لبیک کہتے ہوئے قلم پکڑ لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور یہ چند سطریں لکھ کر عاجزانہ دعا کرتا ہوں۔ کہ الٰہی! تو اب اس قبض کو دور فرما دے۔ اور بسط کے دنوں کو واپس لا دے۔ اس لئے کہ تو ہی القابض ہے۔ اور تو ہی الباسط ہے۔ تو اپنی قدرت نمائی کا جلوہ دکھا۔ کہ تو ہی القادر ہے۔ تو کن کہہ کر ہمارے لئے سارے اسباب پیدا کر دے۔ اور ہم کو ہمیشہ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ تاکہ اپنے اس پیشہ صحافت میں اسی شاہراہ پر چلتے رہیں۔ جو تیرے مقدس منشا کے عین مطابق ہو۔ اور جو خدمت دین کا راستہ ہو۔ ہماری قلموں میں خود برکت ڈال۔ تا وہ کبھی گمراہی اور کجی کی طرف نہ چلیں۔ اور جو کچھ ان کی حرکت سے تحریر میں آئے۔ وہ تیری رضا جوئی کا باعث ہو۔ آمین۔ (محمود احمد عرفانی)

کیا الحکم جاری رہ سکے گا؟

الحکم کا یہ پرچہ میں نے توکلاً علی اللہ شائع کیا ہے۔ ہماری یہ خواہش ہمیشہ رہی ہے۔ کہ الحکم زندہ رہے۔ اور اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش عمل میں لائی جاتی رہی ہے۔ اب بھی میرا خیال ہے۔ کہ اگر ہفتہ وار نہ نکل سکے۔ تو خواہ پندرہ ہی دن کے بعد ایک پرچہ نکلے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اگر ماہواری ہی نکالا جا سکتا ہو۔ تو ماہواری ہی نکالا جائے۔ تاکہ وہ نکلتا رہے۔ میں نے اسی نیت اور خیال سے یہ قدم اٹھایا ہے۔ آگے حالات مساعدت کریں گے یا نہیں۔ یہ زمانہ خود بتلا دیگا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی مدد جو میں اپنے احباب سے چاہتا ہوں۔ وہ وہ بقایا رقمیں جو ان کے ذمہ چلی آتی ہیں۔ اگر ان کی وصولی کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ تو الحکم یقیناً جاری رہ سکتا ہے۔ خدا کرے۔ کہ احباب اس طرف توجہ کر کے ممنون فرمائیں۔ (محمود احمد عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج کا ایک سپاہی

جناب میر قاسم علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج کے ایک سپاہی تھے۔ اور جنہوں نے قلم و زبان کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔ ۲۰ شہادت ۱۳۲۱ ہش کو مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۴۲ء کو دس بجے شب وفات پا گئے تھے۔ چونکہ جناب میر صاحب ہمارے ہمعصر اور مشہور اخبار نویس تھے۔ اس لئے ان کی وفات کا ہم کو قلبی رنج و صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ ہم الحکم کی کسی دوسری اشاعت میں میر صاحب کی خدمات کا مفصل تذکرہ کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہادری اور شجاعت

مجھکو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
دلبر کی راہ میں یہ دِل ڈرتا نہیں کسی سے

خدا تعالیٰ کی سنت یہی چلی آتی ہے۔ کہ وہ انبیاء کو ایک ایسا شجاع قلب عطا فرماتا ہے۔ کہ وہ کسی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے بھی نہیں جھکتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حیات طیبہ پر نظر ڈال کر دیکھ لو۔ کہ آپؐ کا قلب اس قدر بہادری سے پُر تھا۔ کہ وہ کبھی اور کسی حالت میں بھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ زندگی کی اس نازک ترین گھڑی میں جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہجرت فرما رہے تھے۔ اور ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے ہوئے تھے۔ دشمن غار کے دروازے پر کھڑا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر اور شجاع انسان کو خوف پیدا ہوا۔ کہ اگر دشمن نے غار کی طرف جھانک کر دیکھ لیا۔ تو کیا ہوگا۔ جہاں تک میری بصیرت کام کرتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جان کی فکر نہ تھی۔ بلکہ ان کو دشمن کی کثرت سے یہ خوف پیدا ہوا ہوگا۔ کہ کہیں یہ آنحضرتؐ پر حملہ کر دیں۔ مگر اس نازک گھڑی میں جبکہ بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں۔ آپؐ نے نہایت بہادری سے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

اگرچہ دشمن سر پر کھڑا ہے۔ مگر ہم کو خوف نہیں۔ اور نہیں کوئی گھبراہٹ نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

یہ ایک ہی مثال اس فولادی دل کی قوت برداشت اور ایمان باللہ کی نادر ترین مثال ہے۔

دنیا میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کروڑ انسان ایسے ضعیف القلب پیدا ہوتے ہیں۔ کہ جو تکالیف انبیاء کو پیش آتی ہیں۔ ان کا اگر ہزارواں حصہ بھی ان کو پیش آجائے۔ تو شاید وہ اپنے آپ کو موت کے منہ میں خود ہی ڈال دیں۔ مگر انبیاء کی شان تو بالکل نرالی ہے۔ وہ ایک ایسی قوت لے کر آتے ہیں۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کے کوہ وقار دل کو ڈرا نہیں سکتی۔ جیسے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ؎

سخت جان ہیں ہم کسی کے بغض کی پروا نہیں
دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہم کو سہار

دنیا میں کسی کے بغض و عناد اور غیظ و غضب کی ان کو پروا نہیں ہوتی۔ ان کی قوت برداشت اس قدر بڑھی ہوتی ہے۔ کہ وہ سارے جہان کے دکھ اپنے سینے پر برداشت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم کو اسی قوت برداشت کا نظارہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ آپ نے اس تیرہ و تار و پر ضلالت زمانے میں جبکہ اسلام پر عیسائیت اور آریہ سماج کے کیمپ سے حملے ہو رہے تھے۔ اسلام کی حقانیت کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے علم جہاد بلند کیا اور دنیا میں علم کلام کے جدید ایسے نظریے پیش کیے۔ کہ مخالف ان دلائل کی تاب نہ لا سکے۔ میدان مناظرہ میں ہر للکارنے والے دشمن کو اس طرح سے بھاگنا پڑا۔ جس طرح تاریکی پرندے سپیدہ صبح نمودار ہونے پر تاریکی کی غاروں میں جا چھپتے ہیں۔ قلم کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ دنیا نے آپ کو **سلطان القلم** تسلیم کر لیا۔ اور آج تک ان براہین نیرہ کا کوئی جواب نہ دے سکا! آپ کی قلم جو برہان قاطع کے طور پر ظہور پذیر ہوتی تھی۔ اس نے میدان تصنیف میں وہ جوہر دکھائے۔ کہ دشمنوں پر ایک موت طاری ہو گئی۔ اور آپ نے خود اس صداقت کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ؎

(۱)
تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو وبا یہی ہے
ہشیار ساری دنیا اِک باولا یہی ہے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ؎ سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

ان حالات کو دیکھ کر ایک عالم کا رجوع آپ کی طرف ہوا۔ مگر جب الٰہی منشاء کے اظہار کے لئے آپ کے سپرد اس زمانہ کی اصلاح کا کام کیا گیا۔ دنیا کے سمندر میں ایک تلاطم خیز طوفان نمودار ہوا۔ ہر وہ شخص جو پہلے اظہار محبت کرتا تھا۔ اور جو قربان ہو ہو جاتا تھا۔ دشمن جان ہو گیا۔ محبت سے یاد کرنے والے گالیاں بکنے لگے۔ اپنی جان کو نچھاور کرنے والے خون کے پیاسے ہو گئے۔ مال و زر قربان کرنے والے دوکانداری کا الزام لگانے لگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں ؎ نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

خاندان کے لوگ جو ایک ہی خون ایک ہی نسل کے لوگ تھے۔ اندرونی طور پر دشمن بن گئے۔ اور طرح طرح کے منصوبے سوچنے لگے چونکہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت نمائی کا جلوہ دکھانا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ تمام ظاہری سہارے جو لوگوں کی آنکھوں میں سہارے تھے۔ وہ بھی اٹھ گئے۔ یعنی آپ کے والد صاحب کی وفات ہو گئی تھی۔ جو سارے خاندان میں بزرگ اور خاندان کے لیڈر تھے۔ ان کے بعد بڑے بھائی صاحب مرزا غلام قادر صاحب جو دنیاوی رعب و داب سے حصہ پائے ہوئے تھے۔ وہ بھی چل بسے۔ قادیان کی ریاست و امارت جس کا اپنی جگہ ایک دبدبہ تھا۔ اس کا بہت بڑا حصہ ایک دوسرے خاندان میں منتقل ہو چکا تھا۔ باقی حصوں میں جدی شرکاء شامل تھے۔ جو جائیداد آپ کے بھائی صاحب کے قبضہ میں تھی۔ اگرچہ وہ بظاہر مرزا سلطان احمد صاحب کے نام تھی۔ مگر اس جائیداد پر حکومت تائی صاحبہ کی تھی۔ جو ایک پُر جلال خاتون تھیں۔ اور اس وقت وہ مخالفت کی صف اول میں کھڑی تھیں۔ مرزا سلطان احمد صاحب جو اس وقت احمدی نہ تھے۔ اپنے بزرگوں کے سامنے دم نہ مار سکتے۔ ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود بحیثیت ایک زمیندار اور رئیس کے بالکل کسمپرسی کی حالت میں ہو رہا تھا۔ اور ساری خاندانی شوکت دوسرے لوگوں کے حصے میں آئی ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں آپ کا خاندانی اور اندرونی دشمنوں میں گھر جانا ایک تن تنہا شخص کے لئے بہت بڑی پریشانیوں کا موجب بن جاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ وہ لوگ جو کل عقیدت مندی کا اظہار کر رہے تھے۔ آج بڑے بڑے دعووں کے ساتھ در پئے آزار ہو گئے۔ آپ سے ملنے والوں کو کہا گیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہیں ہو سکیں گے۔ ان کی بیویوں کو طلاق ہو جائیگی۔ اس طرح سے عوام الناس اور جہلاء کے طبقوں میں ایک اشتعال کی رگ پھڑکا دی گئی۔ اور ان کو بتلایا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قتل کرنا ہی باعث ثواب ہے۔ ملک میں ایک طوفانِ عداوت پیدا ہو گیا۔ اور اس طوفان نے جس قدر بغض و عداوت کے نمونے دکھائے۔ ان کی تفصیل یہاں درج کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ اسی سلسلہ میں حکام نے بھی آپ پر سختیاں کیں۔ مقدمات بنائے گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے آپکی مخالفت کا ارادہ کر کے پورا زور لگایا۔ آپ پر قتل کا مقدمہ کھڑا کیا گیا۔ اور پوری سعی برتی گئی۔ کہ آپ اس مقدمہ میں سزا پا جائیں۔

بعض حالتوں میں تو حکام نے تہیہ کر لیا۔ کہ وہ سزا دیکر ہی رہیں گے۔ مگر ان سب باتوں نے آپ کی بہادری اور شجاعت میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اور آپ کوہ وقار بنے رہے۔ گویا کہ یہ سب مردہ لاشیں ہیں اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اس بہادری کا اصل راز اس خدائے یگانہ کے وجود میں تھا۔ جو ہر گھڑی آپ کو تسلی دیتا تھا۔ اور فرماتا تھا۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

مجھکو پڑے میں نظر آتا ہے اک میرا معیں
تیغ کو کھینچے ہوئے اس پر کہ جو کرتا ہے وار
دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

یہی وجہ تھی۔ کہ آپ نے دنیا کی قوموں کی پروا نہ کرتے ہوئے حق کی اشاعت کا بیڑا اٹھا لیا۔ اور ساری دنیا کی اقوام کی ملامت اور ان کے غم و غصے کی پروا تک نہ کی۔ اس مخالفت کا اندازہ لگانا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گذر میں دشت و خار

ان حالات میں گزرتے ہوئے اندرونی اور بیرونی مسلمانوں اور ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ سکھوں کی طرف سے ایک مخالفت کا شدید محاذ قائم کیا گیا۔ مگر آپ کسی مرحلہ پر بھی نہ گھبرائے۔ اور نہ حق بات کہنے سے اغماض برتا۔ بلکہ اپنے مخالفوں کو برملا کہا ؎

فان حرب فحرب مثل نار ؎ وان سلم فسلم کالزلال

اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو۔ تو یاد رکھو کہ لڑائی آگ کی مانند ہے۔ اور اگر صلح جوئی کے خواہاں ہو۔ تو صلح آب زلال کی طرح سے ہے۔

الغرض

دنیا بھر کی مخالفت نے آپکے قلب میں ایک ذرہ بھی خوف و ہراس پیدا نہ کیا۔ اور نہ آپ کی شجاعت میں کسی قسم کی کمی واقع ہوئی۔ آپ کی زندگی ایسے پرخطر واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ مگر میں آج کی اشاعت میں صرف ایک واقع پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضورؑ جامع مسجد دہلی میں

جن دنوں حضور دہلی تشریف لے گئے۔ مولوی نذیر حسین محدث دہلوی کو مباحثہ کا چیلنج دیا گیا۔ اور بالآخر مولوی نذیر حسین صاحب کو ایک اشتہار کے ذریعہ دعوت مباہلہ دی۔ اور لکھا کہ جامع مسجد دہلی میں فلاں روز ہم بھی آئیں گے۔ اور مولوی نذیر حسین بھی آجائیں۔ اپنے اپنے دلائل بیان کرنے کے بعد ہر ایک شخص قسم کھائے اور اس کے بعد ایک سال تک انتظار کیا جائے۔ تاکہ خدا تعالیٰ کا جھوٹے پر عذاب نازل ہو۔ اس اشتہار سے دہلی والوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ مخالفوں نے یہ تجویز کی۔ کہ جامع مسجد دہلی میں حضرت مسیح موعودؑ کو قتل کر دیا جائے۔ اتنے مجمع میں کون پکڑا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس دن بہت سے پیغامات موصول ہوئے۔ کہ آپ جامع مسجد میں نہ جائیں۔ لوگ آپ کو جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کے پاس چاقو۔ چھریاں۔ اور نوکدار پتھر بکثرت ہیں۔ ایکدم پتھر برسیں گے۔ اور چھریاں چلیں گی مگر ان سب اطلاعات کو مسترد فرمایا۔

کوئی پروا نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرمایا ہے۔ واللّٰہ یعصمک من الناس۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ آپکے خدام میں سے بارہ اشخاص تھے۔ جامع مسجد کی سیڑھیاں انسانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بغیر کسی قسم کی خوف و جھجک کے انسانی سمندر میں گزرتے ہوئے آگے چلے گئے۔ لوگوں کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ آنکھیں سرخ اور جوشیلی۔ چہروں پر خون گویا چھڑکا ہوا۔ مگر حضور ان سب میں سے گزرتے چلے گئے۔ اور جاکر جامع مسجد کی بیچ کی محراب میں بیٹھ گئے۔ وہ لوگ بالکل درندوں کی طرح پھاڑ کھانے کو تیار تھے۔ مگر نہ انکی کثرت نے نہ ان کے منصوبوں نے اور نہ ان کے خونی ہتھیاروں نے آپ کو ڈرایا۔ اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی امداد کی تجلی کے اظہار کے لئے ایک پرشجاعت قلب کے ساتھ گئے۔ اور اتمام حجت کر کے واپس تشریف لے آئے۔ ایک ...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نایاب اور اچھوتا کلام

۶۶ سال قبل کی ایک نظم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر جب ہم ایک نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ابتدائی زندگی میں ہی اسلام کے لئے شدید ترین غیرت عطا کی گئی تھی۔ چنانچہ جو امور ہمارے سامنے منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔ ان میں سے قدیم ترین واقعہ قیام سیالکوٹ کا ہے۔ قیام سیالکوٹ کے زمانے میں آپ کی زندگی میں تین چیزیں نظر آتی ہیں۔ "خلوت و تنہائی" جس میں آپ کو عبادت الٰہی اور تدبر فی القرآن میں کامل استغراق حاصل تھا۔

"مجاہدات" اور اس سلسلہ میں سب سے بڑی چیز وہ مباحثات تھے۔ جو اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے مختلف قسم کے لوگوں سے فرمایا کرتے تھے۔ جن میں پادری بٹلر کا نام سب سے پہلی صف میں ہے۔

"ظہور خوارق" جن میں سے سب سے مشہور واقعہ چھت گرنے کا ہے۔ جبکہ آپ کی برکت کی وجہ سے وہ لوگ جو وہاں سوئے ہوئے تھے۔ بچ لئے گئے۔ اس طرح قیام سیالکوٹ کا زمانہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء تک کا زمانہ ہے۔ اور آپ کے عنفوان شباب کا زمانہ ہے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی پر ایک کھلی شہادت ہے۔ اور یہ زمانہ بتلاتا ہے۔ کہ آپ کو اس زمانہ میں جو طبعاً ہر انسان کو دنیا کی طرف مائل کردیتا ہے۔ امور دنیا سے قطعاً کوئی نسبت نہ تھی۔ اگر کوئی ہم و غم اس وقت بھی آپ کی جان کو کھا رہا تھا۔ تو وہ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت اور اسلام پر جابرانہ حملوں کا غم تھا۔

۱۸۶۸ء میں آپ اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر سیالکوٹ سے واپس تشریف لے آئے۔ اور اپنے والد صاحب کے منشاء کے ماتحت زمینداری کے کاموں میں مشغول ہوگئے۔ ۱۸۶۸ء سے ۱۸۷۶ء تک کا زمانہ ایسے کاموں میں گزرا۔ اور جبتک یعنی ۱۸۷۶ء تک کہ آپ کے والد بزرگوار کی وفات نہیں ہوئی تھی۔ آپ آزادی سے خدمت دین کے لئے اپنے سارے وقت کو لگا نہ سکے۔ لیکن ان امور سے جو آپ کے والد صاحب نے آپ کے ذمہ لگا رکھے تھے۔ جب بھی آپ کو فرصت ہوتی۔ تو آپ مذاہب باطلہ کے خلاف مضامین تحریر فرمایا کرتے۔ چنانچہ ۱۸۷۵ء میں اخبار منشور محمدی کے ایک فائل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اس وقت مسلسل طور پر آریہ سماج کے خلاف قلمی جہاد فرمارہے تھے۔ اور ایک مضمون "ہندو صاحبوں کی ہدایت" کے نام سے شائع کر رہے تھے۔ اس مضمون کی تفصیلات میں اس ایک صفحہ میں سے گزرنا ممکن نہیں۔ مگر اس قدر عرض کروں گا۔ کہ مضمون اس قدر مدلل اور اس قدر پُر شوکت تھا۔ کہ مخالفوں کو اپنے ہتھیار خود ہی رکھ دینے پڑے۔ اس مضمون کا خلاصہ آپ نے ایک نظم میں بھی شائع فرمایا۔ یہ نظم جو ۱۸۷۵ء میں اخبار منشور محمدی میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہمارے لٹریچر میں شائع نہیں ہوئی۔ یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری۔ الحکم کی اس اشاعت میں ہم اس نظم کو شائع کرتے ہیں۔ جو حضور نے آج سے ۶۶ سال قبل لکھی اور شائع فرمائی۔ یہ نظم آپ کی سیرت طیبہ پر ایک شاہد عیاں ہے۔ خدا تعالیٰ کی توحید سے آپ کی محبت اور اسلامی اصولوں کی برتری اس سے کھلے طور پر واضح ہوتی ہے۔ ایسے ہی آپ کے صدہا کارنامے ہیں۔ جو بعض ہمارے سامنے آئے۔ اور بعض ابھی تک ہم سے پوشیدہ ہیں۔ مگر وقت پر وہ خود بخود ظاہر ہو جائیں گے۔ انہی پاکیزہ مساعی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا:

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے ٭ ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ٭ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

الغرض ۶۶ سال کے بعد آج الحکم کے ذریعے آپ کے اسی پاک کلام کو ایک دفعہ ہم پھر قارئین الحکم تک پہنچانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(محمود احمد عرفانی)

نیاز نامہ متعلقہ جواب الجواب

عزیزو دوستو بھائیو سنو بات
ہمیں کچھ کیں نہیں تم سے پیارو
اگر کھینچے کوئی کینے کی تلوار
غرض پند و نصیحت ہے نہ کچھ اور
کہ گر ایشر نہیں رکھتا یہ طاقت
تو پھر اس پر خدائی کا گماں کیا
کہاں کرتی ہے عقل اسکو گوارا
وگر تم خالق اسکو مانتے ہو
بھلا تم خود کہو انصاف سے صاف
کہ کرسکتا نہیں اک جاں کو پیدا
نہ ان بن چل سکے اسکی خدائی
نظر سے اس کے ہوں محجوب و مکتوم
معاذ اللہ یہ سب باطل گماں ہے
اگر چھوٹے رہے اس سے کوئی جاں
پیارو یہ روا ہرگز نہیں ہے
یہ ایسی بات منہ سے مت نکالو
اگر ہر ذرہ اس بن خود عیاں ہو
اگر خالق نہیں روحوں کی وہ ذات
خدا پر عجز و نقصاں کب روا ہے
اگر اس بن بھی ہو سکتی ہیں اشیاء
اگر سب شے نہیں اس نے بنائی

خدا بخشے تمہیں عالی خیالات
نہ کیں کی بات ہے تم خود بچارو
تو اس سے کب ملے بچھڑا ہوا یار
خدا کے واسطے تم خود کرو غور
کہ اک جاں بھی کرے پیدا بقدرت
وگر قدرت بھی پھر وہ ناتواں کیا
کہ بن قدرت ہوا یہ جگت سارا
تو پھر اب ناتواں کیوں جانتے ہو
کہ ایشر کے یہی لائق ہیں اوصاف
نہ اک ذرہ ہوا اس سے ہویدا
نہ اُن بن کر سکے زور آزمائی
نہ ہو تعداد تک بھی اسکو معلوم
وہ خود ایشر نہیں جو ناتواں ہے
تو پھر ہو جاوے اس کا ملک ویراں
خدا وہ ہے جو رب العالمیں ہے
خطا کرتے ہو ہوش اپنے سنبھالو
تو ہر ذرے کا وہ مالک کہاں ہو
تو پھر کاہے کی ہے قادر وہ ہیہات
اگر ہے دیں یہی پھر کفر کیا ہے
تو پھر اس ذات کی حاجت رہی کیا
تو بس پھر ہو چکی اس سے خدائی

اگر اس میں بنانے کا نہیں زور
وہ ناکامل خدا ہوگا کہاں سے
ذرا سوچو کہ وہ کیسا خدا ہے
سدا رہتا ہے ان روحوں کا محتاج
جسے حاجت رہے غیروں کی دن رات
جب اس نے ان کی گنتی بھی نہ جانی
اگر آگے کو پیدائش ہے سب بند
کہ جس دم پا گئیں مکتی ہر اک جاں
کہاں سے لائیگا وہ دوسری روح
غرض جب سب نے اس مکتی کو پایا
تناسخ اڑ گیا آئی قیامت
عزیزو کچھ نہیں اس بات میں جاں
بہت ہم نے بھی اس میں زور مارا
مگر ملتی نہیں کوئی بھی برہاں
نہ ہوگا کوئی ایسا مت زمیں پر
دعا کرتے رہو ہر دم پیارو
دعا کرنا عجب نعمت ہے پیارے
اگر اس نخل کو طالب لگائے

تو پھر اتنا خدائی کا ہے کیوں شور
کہ عاجز ہو بنانے جسم و جاں سے
کہ جس سے جگت روحوں کا جدا ہے
انہیں سب کے سہارے پر کرے راج
بھلا اس کو خدا کہنا ہی کیا بات
کہاں من کا ہو انتر گیانی
تو پھر سوچو ذرا ہو کے خردمند
تو پھر کیا رہ گیا ایشر کا ساماں
کہ تا قدرت کا ہو پھر باب مفتوح
تو ایشر کی ہوئی سب ختم مایا
کرو کچھ فکر اب حضرت سلامت
اگر کچھ ہے تو دکھلاؤ بمیداں
خیالستان کو جانچا ہے سارا
بھلا سچ کس طرح ہو جائے بہتاں
کہ یہ باتیں کہے جاں آفریں پر
ہدایت کے لئے حق کو پکارو
دعا سے آ لگے کشتی کنارے
تو اک دن ہو رہے بر تھا نہ جائے

ہمارا کام تھا وعظ و منادی
سو ہم سب کر چکے واللہ ہادی

الراقم مرزا غلام احمد رئیس قادیان
الثامن من الشہر من الشہر المبارک المحرم بارک اللہ لجمیع المؤمنین ۱۲۹۵ھ
ہجری المقدس علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام کا ماضی حال اور مستقبل

واقعات کی روشنی میں

(۱)

مجھے بارہا چشم تصور نے عرب کی سرزمین میں پہنچا کر کھڑا کر دیا۔ اور میں نے ہر دفعہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس زمین کے گرد و پیش پہ نظر ڈالی۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس زمین کے ساتھ مسلمانوں کی عقیدت اور والہانہ محبت کی وابستگی ہے۔ اس زمین کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ۔ عزت عظمت۔ شعائر وابستہ ہیں۔ ایک مسلم جب اس سرزمین کو دیکھتا ہے اس کا قلب خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ اور وہ ایک ایک بات کو یاد کر کے کبھی خون کے آنسو روتا ہے۔ اور کبھی مسرت و شادمانی سے مسکرانے لگتا ہے۔ آج کی اخباری صحبت میں میں آپ کو دیار محبوب میں اپنے ساتھ ساتھ لئے رہوں گا۔

میں نے دیکھا۔ کہ ایک ٹکڑہ زمین ہے۔ جس میں نہ کوئی آبادی ہے۔ نہ کوئی درخت ہے۔ چند چھوٹے پہاڑ تھے۔ بے برگ پتھر جن پر سبزی کا نشان تک نہیں۔ قدرت الٰہی نے اس زمین کو وادی غیر ذی زرع قرار دے رکھا تھا۔

اس لئے کہ اس زمین سے ایک گوہر آبدار پیدا ہونے والا تھا جس کا یہ مقام تھا۔ کہ

لولاک لما خلقت الافلاک

اس لئے اس زمین میں اور کسی چیز کے پیدا ہونے کی گنجائش نہ تھی۔ اس زمین میں پانی تک کا قطرہ نہ تھا۔ جو مدار حیات انسانی ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ

وجعلنا من الماء کل شیءٍ حی

زمین میں قوت نمو نہ تھی۔ پانی کا کوئی چشمہ نہ تھا۔ جو مدار حیات ہوتا۔ چند جلے ہوئے پتھر جن سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ زمین اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے گرمی کی خاصیت رکھتی تھی۔ تند و تیز بگولے اٹھتے رہتے اور صحرا میں گھوما کرتے تھے۔ یہ ساری کائنات اس جگہ کی تھی۔

فلسطین کی سرسبز وادی سے جہاں انگوروں کی بیلیں اور زیتون کی جھاڑیاں جگہ جگہ چھا رہی تھیں۔ پانی کے چشمے۔ سرسبزی اور شادابی۔ جگہ بجگہ نظر آ رہی تھی۔ موسم خوشگوار۔ انسانوں کے رنگ تانبے کی طرح سرخ۔ جانوروں کے ریوڑ۔ گائے بھینسیں۔ بکریاں اور اونٹ ہزاروں کی تعداد میں وادیوں کی گھاٹیوں میں چرتے اور پرورش پا رہے تھے۔ یہ زمین قدرت کا ایک شاہکار تھی۔ اس زمین سے تین انسانوں کا ایک قافلہ نکلا۔ جس میں ایک مرد اور ایک عورت اور ایک بچہ تھا۔ اور وہ ارضی بہشت سے نکل کر اس زمین میں جس کا تذکرہ میں اوپر کر چکا ہوں آ گئے۔ تاکہ اس کمزور عورت اور معصوم بچے کو یہاں آباد کریں۔ اور اس طرح اس تاجدار روحانیت کی پیدائش گاہ کو آباد کریں۔ وہ مرد جسے ابراہیم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہاں سے چلا گیا۔ اور اس عورت اور بچے کو اس سنگلاخ زمین پر چھوڑ گیا۔ پانی کا ایک مشکیزہ اور چند کھجوریں کل سرمایہ حیات تھا۔ جو جلد ہی ختم ہو گیا۔ بچے کی زندگی بھوک اور پیاس سے خطرے میں پڑ گئی۔ ماں کی مامتا نے جوش مارا۔ اور وہ دیوانہ وار ان جلے ہوئے پتھریلے ٹیلوں پر پانی کی تلاش میں دوڑنے لگی۔ اور کبھی کبھی گھبرا کر بچے کو دیکھنے آ جاتی۔ اسی حالت میں ایک وارفتگی کا عالم تھا مگر چونکہ خدا تعالیٰ اس بچے کی نسل سے اس انسان اعظم کو پیدا کرنے والا تھا۔ جس کے وجود سے انسانیت کو فخر حاصل ہوا۔ تو کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ اس بچے کو مار دیا جاتا۔ قدرت نے اس کے پاؤں کے پاس ہی ایک چشمہ پیدا کر دیا۔ اس چشمہ کی وجہ سے خانہ بدوشوں کے قافلے وہاں آباد ہونے لگے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں کالے کالے بالوں کے کمبلوں سے بنے ہوئے خیمے اس پانی کے کنارے آباد ہو گئے۔ یہ تھی ابتدا اس سرزمین کی آبادی کی۔ جس جگہ کے ساتھ چالیس کروڑ مسلمانوں کے دل بندھے ہوئے ہیں۔

اسمٰعیل بڑا ہوا۔ اور اس نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر ایک خانہ خدا کی بنیاد رکھی۔ اور دعائیں کیں۔ کہ الٰہی یہ تیرا گھر دنیا کا کعبہ ہو۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں۔ اسمٰعیل کا دور ختم ہوا۔ اور اس کی نسل اس زمین میں پھیل گئی۔ لوگوں کے بڑھنے کے ساتھ کچھ کچھ بدنیتی پھیل گئی۔ اور ابراہیم و اسمٰعیل کا بنایا ہوا بیت اللہ بتوں سے بھر گیا۔ بڑے بڑے بت لات و عزیٰ۔ ہبل اور منات وغیرہ پوجے جانے لگے۔ اور اس طرح وہ درخت جو کل سرسبز تھا۔ آج خشک ہو گیا۔ عبودیت الٰہی کی جگہ وثنیت نے لے لی۔ اس سنگلاخ زمین میں جو چشمہ روحانیت ابراہیم و اسمٰعیل کے ذریعے پھوٹا تھا۔ وہ بظاہر خشک ہو گیا۔

جو لوگ وہاں آباد تھے۔ ان کے اندر اخلاق مردہ ہو گئے۔ اس لئے کہ انہوں نے زندہ خدا کو چھوڑ کر مردہ معبودوں کی تلاش کر لی تھی۔ وہ انسانیت کے درجے سے گر گئے۔ اور بہیمیت ان میں پیدا ہو گئی تھی۔ ان کے کھانے اور پینے کا کوئی قانون باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے ان کے طبائع میں سنگدلی اور وحشت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ خون کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اور خون کے ساتھ نہاتے تھے۔

ان میں نہ ظاہری اخلاق تھے جو روحانی ترقیوں کا زینہ ہیں اور نہ ان میں کوئی روحانیت تھی۔ لڑتے جھگڑتے۔ قتل و غارت کرتے۔ اور جب ان باتوں سے فارغ ہو جاتے۔ تو شراب کے نشے کے لئے بیٹھ جاتے۔ عورتیں اغراض نفسانی کے لئے ہر وقت موجود رہتیں۔ اور اس قسم کی بے حیائیوں پر ان کو فخر تھا اور بے اختیار کہہ اٹھا کرتے تھے۔

الا ھبی بصحنک فاصبحینا
ولا تبقی خمور الاندرینا

اے محبوبہ دلنواز۔ اپنے قدح کے ساتھ صبح کا آغاز کرو۔ اور دیکھو اندرین کی شراب میں سے کچھ بھی باقی نہ رہنے دینا۔

اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو دیکھا۔ اور اس کی قدرت نے چاہا۔ کہ وہ اس وادی کو ان تمام کدورتوں سے صاف کرے چنانچہ اسمٰعیل کی نسل سے وہ انسان اعظم پیدا ہوا۔ جو پیدائش کے ساتھ ردائے یتیم پہنے ہوئے تھا۔

یہ اس لئے ہوا۔ تا کہ خدا خود اپنے ہاتھ سے اسے برپا کرے۔ اور دنیا کو بتا دے۔ کہ میں جس کو کھڑا کرتا ہوں دنیا کی ساری طاقتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

الم یجدک یتیماً فاوٰی

مکے کی گلیوں میں پھرنے والا یتیم ساری زمین کا بادشاہ بننے والا تھا۔ اور کسی کو اس کے حال کی خبر نہ تھی۔ اس نے بکریوں کے ریوڑ چرائے۔ اس نے خدیجہ کی تجارت کے لئے سفر کئے وہ دنیا کے جھگڑوں سے الگ الگ رہا۔ اس نے غاروں میں چھپ چھپ کر خدائے واحد کو پکارا۔ تب ایک دن خدا کی تجلی کا اس پر ظہور ہوا۔ اور وہ جلال الٰہی کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور وہ جلدی جلدی گھر آ گیا۔ اور آ کر کہا۔ زملونی زملونی۔ مجھے کمبل اڑھا دو۔ مجھے کمبل اڑھا دو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی زندگی منصوبہ بازیوں سے بالا تھی۔ وہ کسی قسم کی سوچ نہ سوچا کرتا تھا۔ الٰہی ہاتھ جدھر جدھر اسے لے جا رہا تھا۔ وہ جا رہا تھا۔

اس نے خدائے قدوس کے نام کی منادی ان لوگوں میں شروع کر دی۔ جن کی طبیعت اور کیفیت کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

خدا کا نام کیا تھا۔ آگ تھا

جس نے ان کے قلوب پر بجلی گرا دی۔ وہ مخالفت میں اندھے ہو گئے۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ کہ وہ اسے زندہ نہ رہنے دیں گے۔ ان کی وحشت اپنے انتہائی جوش میں آ گئی جو چند لوگ خدا کی آواز پر لبیک کہہ اٹھے۔ ان کو طرح طرح کے عذاب دیئے جانے لگے۔ مکے کی زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ ان میں سے بعض کو ہجرت کرنی پڑی۔ بعض کو مار ڈالا گیا۔ اور بعض نے اپنے پر دروازے بند کر لئے۔

اونٹوں سے باندھ کر چیرے گئے۔ عورتوں کی بے حرمتی اس طرح کی گئی۔ کہ طرح طرح کی توہین کے ساتھ ان کو قتل کیا گیا۔ انہوں نے یہ خیال کیا۔ کہ اب جبکہ زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ تو خدا کی آواز بند ہو جائے گی۔ اور ہماری ظلمت و تاریکی کی زندگی بدستور قائم رہے گی۔ اس لئے انہوں نے تنگی کو اور سخت کیا۔ اور سخت کرتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ خدا کا رسول خود بھی اس زمین کو چھوڑ کر ہجرت کرنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ خدا کے رسول اور اس کے ماننے والوں پر بظاہر زمین تنگ ہو گئی۔ وہ گھروں سے نکل گئے۔ انہیں اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ اب خدا کی آواز ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔

مگر اللہ تعالیٰ ان پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ کہ جسے تم نے نکال دیا جسے تم نے مٹا دیا۔ جسے تم نے ختم کر دیا۔ وہ بڑھے گا وہ پھیلے گا وہ پھولے گا۔ وہ دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا۔ جیسے ابراہیم کا تعمیر کردہ کعبہ قیامت تک میرا گھر رہے گا۔ اور جیسے اسمٰعیل کے لئے پھوٹا ہوا پانی کا سوتا

قیامت تک جاری رہے گا۔ بالکل ویسے ہی میرا محبوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب قیامت تک لوگوں کے قلوب پر حکومت کرے گا۔ اور تم جو اس کے مٹانے کی فکر میں ہو۔ خود مٹ جاؤ گے۔ اور تمہاری موت اور تباہی قیامت تک اس امر کی دلیل رہے گی۔ کہ ضلالت و گمراہی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نور کی ایک ہی شعاع سے ریت میں گم ہو جاتا ہے۔ اندھیری رات خواہ کیسی ہی شدت کی تاریک ہو سورج کی پہلی کرن ہی اسے ختم کر دیتی ہے۔

اور جیسے صبح کے وقت ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ جو روح میں انتعاش اور جسم میں نشاط پیدا کرتی ہے۔ ویسے ہی خدا کی رحمت کی ہوا چلنے لگ جاتی ہے۔ جو دنیا میں عالمگیر انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔

مدینہ کی زمین اسلام کے لئے بالکل درست اور موافق تھی۔ اسلام جلد جلد بڑھا۔ اور پھیلنے پھولنے لگ گیا۔ قبل اس کے کہ ہم کسی اور طرف متوجہ ہوں۔ چند مناظر کا یہاں ذکر کر دیتے ہیں۔

(۲)

مدینہ کی مسجد میں جو کچی مٹی کی دیواروں پر قائم تھی۔ جس کی چھت کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی جب بارش ہوتی تو چھت ٹپکنے لگتی۔ خدا کا محبوب اور سرور کائنات اور اس کے پیارے جاں نثار صحابہ جب سجدے جاتے تو ان کی پیشانی اور ناک کیچڑ میں لتھڑے ہو جاتے۔

اس مسجد میں بیٹھ کر خدا کا رسول اپنے ماننے والوں کو بتاتا۔ کہ ساری دنیا ہمارے سپرد کر دی جائیگی۔ قیصر و کسریٰ کے تختوں کے تم ہی وارث بنائے جاؤ گے۔

اسلام مشرق میں پھیل جائے گا۔ مغرب میں پھیل جائیگا شمال میں پھیل جائے گا۔ جنوب میں پھیل جائے گا۔ الغرض ساری دنیا میں پھیل جائیگا۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

تم جو گھروں سے نکالے گئے ہو۔ قوموں کی عدالت اور انصاف تمہارے ہاتھوں میں دیا جائے گا۔ ہر وہ شخص جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کا تصور کرے گا۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق زندہ ایمان نہیں رکھتا۔ تو وہ یقیناً اس بات کو مجنون کی بڑ کہے گا۔

(۳)

غزوہ خندق میں صحابہ کدالیں اور پھاوڑے لیکر خندق کھود رہے تھے۔ تاکہ دشمن کی تعدی و عدوان سے نجات حاصل کر سکیں۔ پسینے میں شرابور تھے۔ مگر نامعلوم ان کے بازوؤں میں کہاں سے طاقت آگئی تھی۔ کہ وہ لگاتار کدالوں کی ضربیں لگا رہے تھے۔ کہ ایک پتھر ایسا آگیا۔ جو ٹوٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ خدا کا رسول۔ بادشاہوں کا بادشاہ۔ نبیوں کا سرتاج آگے بڑھا۔ اور کدال اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اس قوت سے کدال ماری۔ کہ پتھر سے آگ نکلی۔ اور اسی وقت خدا تعالےٰ نے تجلی الٰہی دکھائی۔ آپ نے فرمایا

اللہ اکبر۔ خربت خیبر

اللہ اکبر خیبر فتح ہو گیا۔ پھر کدال چلائی۔ پھر آگ نکلی۔ آپ نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور پھر کدال چلائی۔ تب سے پھر آگ نکلی۔ آپ نے پھر اللہ اکبر کہا۔ صحابہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں اور قیصر کی حکومت کی تباہی مجھے دکھائی گئی ہے۔

اللہ اکبر ایک مزدور سا انسان جس کے پاس نہ قوت ہے اور طاقت ہے۔ جو بے سروسامان ہے۔ خود کدال لے کر ایک گڑھے میں پتھر توڑ رہا ہے۔۔ اور ایسی بے سروسامانی کی حالت میں وہ خیبر، ایران اور روم کے فتح ہونے کی خبریں دے رہا ہے۔ خدارا بتلاؤ۔ کہ وہ جن کو نور ایمان سے حصہ نہیں ملا۔ وہ جن کے باطن میں تاریکی ہے وہ اس انسان کو کیا کہیں گے۔ کیا کوئی مان لے گا۔ کہ روم ایمپائر ان خانہ بدوشوں اور ان فلاکت زدہ لوگوں کے ہاتھوں تباہ ہو جائیگی۔ کیا کوئی اس امر کو قبول کر سکے گا۔ کہ کسریٰ کی ایرانی سطوت و شوکت۔ ان بھوکے پیٹ اور ننگے جسم کے لوگوں کے ذریعے ٹکڑے ہو جائیگی۔ ہر شخص مجبور ہے۔ کہ وہ کہہ دے کہ

این خیال است محال است و جنوں

(۴)

ایک دن ایک فدائی جس کا نام ابو ہریرہؓ تھا۔ بھوک کی شدت سے راستہ میں بیٹھ گئے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ سب آنے جانے والوں سے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر پوچھنے لگے ہر ایک نے تفسیر بتائی۔ مگر ان کے چہرے کی حالت سے اندازہ نہ لگایا۔ ابو ہریرہ ہر ایک کے تفسیر بتلانے پر اپنے منہ میں بڑبڑاتے۔ کہ یہ مجھ سے زیادہ معنی جانتے ہیں۔ اتنے میں خدا کا رسول وہاں سے گذرا۔ ابو ہریرہ نے آپ سے بھی معنے دریافت کئے۔ آپ بتلا کر چلے گئے۔ ابو ہریرہؓ نے افسوس کیا کہ اب تو کوئی امید نہیں۔ کہ کچھ ملے۔ اتنے میں حسن و احسان کے سمندر نے ابو ہریرہ کو آواز دی۔ اور بلا کر فرمایا۔ کہ ہمارے ہاں کچھ دودھ آگیا ہے۔ فلاں جگہ کچھ مہمان ٹھیرے ہوئے ہیں۔ ان کو بلا لاؤ۔ تاکہ ان کو پلا دیں۔ ہر شخص ابو ہریرہ کے قلب کی اس وقت کی حالت کا اندازہ لگا سکتا ہے مگر انہوں نے اطاعت کا سبق پڑھا تھا۔ وہ فوراً گئے۔ اور بلا لائے۔ رسول اللہ نے سب کو دودھ پلا دیا۔ مگر خدا نے اس میں ایسی برکت رکھی۔ کہ سب نے پی لیا۔ اور وہ برتن ویسے کا ویسا ہی رہا۔ تب آپ نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ تو تم پی لو۔ انہوں نے پیٹ بھر کر پی لیا۔ اور پھر کہا بس یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ابو ہریرہ اور پیو۔ ابو ہریرہؓ نے اور پیا۔ پھر کہا کہ بس یا رسول اللہ۔ آپ نے کہا کہ نہیں اور پیو ابو ہریرہ۔ تب ابو ہریرہؓ نے پھر اور پیا اور کہا کہ بس یا رسول اللہ اب تو دودھ کی تراوت میرے ناخنوں سے نکلنے لگی ہے۔

بیشک اس فوج کے سپاہی جنہوں نے کسریٰ کی سلطنت کو حاصل کرنا تھا۔ اور یہ تھے وہ جوان جو رومن ایمپائر کو توڑ کر اسلام کی سلطنت قائم کرنے والے تھے۔

مگر

❖

خدا کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسیوں کی جماعت کے ساتھ مکہ کی اس زمین میں داخل ہو گئے۔ جہاں سے آپ کو نکلنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔

مکہ کے عمائدین آج چھپتے پھرتے تھے۔ اور ان کو روئے زمین پر کوئی جائے پناہ نہیں نظر آتی تھی۔ اور وہ یقین رکھتے تھے۔ کہ آج سوائے موت کے ان کے لئے کوئی پناہ نہیں۔ مگر خدا کے پاک باز رسول کا مقام انسانیت تو اتنا بلند تھا۔ کہ اس مقام کو کوئی انسان پہنچ ہی نہ سکتا تھا۔ آپ نے مکہ والوں کو بذریعہ منادی کہہ دیا۔

لا تثریب علیکم الیوم

جاؤ تمہارے سب گناہ۔ سب سختیاں۔ سب ظلم معاف کر دیئے گئے۔ مکہ کا یتیم جسے کل تم نے اپنے گھر سے نکلنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ خدا کے جلال کے ساتھ فتح و نصرت کے پرچم اڑاتا ہوا آیا۔ اور آج وہ ارض حجاز کا مالک ہے۔

خانہ کعبہ صاف کر دیا گیا۔ سارے بت اٹھا کر پھینک دیئے گئے۔ اور وہ ناقوس اور گھنٹیاں موقوف ہو گئیں۔

خدائے واحد کے نام کی آواز بلند ہوئی۔ اور سارے مسلمان سربسجود ہو کر عبادت الٰہی میں سرشار ہو گئے۔

وہ سوکھا درخت جو ابراہیم نے لگایا تھا سرسبز ہو گیا۔ وہ چشمہ جو گدلا ہو چکا تھا صاف کر دیا گیا۔ ظلمت و تاریکی دور ہو گئی۔ اور مسلمانوں نے خدائے واحد کے نام کے جھنڈے گاڑ دیئے

اسلام نے مسلمانوں کے کھانے پینے۔ رہنے سہنے۔ طرز معشیت۔ طرز تمدن کے سب طور و طریق بدل دیئے۔ وہ جو صدیوں سے خونریزیاں کرنے کے عادی تھے۔ وہ جو خون کے فواروں کو دیکھکر خوش ہوا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔

کان السیوف فینا و فیہم
مخاریق بایدی اللاعبینا
کان ثیابنا منا و منہم
خضبن بارجوان او طلینا

یعنی تلواریں تو ہمارے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ جیسے کھیلنے کے ڈنڈے۔ اور ہمارے کپڑے خون سے یوں لت پت ہیں گویا کہ ان کو خضاب یا طلا کر دیا گیا۔

ان کی حالت بدل گئی۔ اور وہ

انما المؤمنون اخوۃ

کے مصداق بھائی بھائی ہو گئے۔

ان کی پراگندگی دور ہو گئی۔ اور وہ کہ بنیان مرصوص سیسہ پگھلی دیوار بن گئے۔ ہر قسم کے منکرات ان کے اندر سے یوں نکل گئے۔ جیسے کبوتر اپنے گھونسلے سے پرواز کر جاتا ہے۔ ان میں اطاعت کا وہ جذبہ پیدا ہوا۔ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ مدینہ کی ایک مجلس میں شراب کے خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ کہ کسی نے منادی کی۔ شراب حرام ہو گئی۔ سننے والوں نے اسی وقت مٹکے توڑ دیئے۔ کہ پوری تحقیقات تو بعد میں کریں گے۔ پہلے حکم کی تعمیل کر لیں۔ اور مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نالیاں بہہ نکلیں۔

الغرض

ان عربوں کی کایا پلٹ دی گئی۔ گویا کہ ایک گندا اور میلا جامہ تھا۔ جو انہوں نے اتار کر ایک صاف ستھرا لباس زیب تن کر لیا۔

ان کی فوجیں بڑھیں۔ انہوں نے بڑھتے بڑھتے عراق لے لیا۔ شام لے لیا۔ فلسطین لے لیا۔ مصر لے لیا۔ ادھر ایران۔ افغانستان۔ ہندوستان تک بڑھتی چلی گئیں۔ مسلمان بڑھتے بڑھتے مراکش تک جا نکلے۔ سپین پر چھا گئے۔ قسطنطنیہ لے لیا۔ ریاستہائے بلقان میں پھیل گئے۔ فرانس کی حدود تک بڑھے۔ روس کے علاقوں میں بخارا و خیوا سے چین و ترکستان تک چلے گئے۔ اور کوئی اس سیلاب کو نہ روک سکا۔

جہاں جہاں مسلمان گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے تمدن کا ایسا اثر ڈالا۔ کہ اس ملک کی زبان اس ملک کا تمدن اور لباس تک بدل کر رکھ دیا۔ علم کے ہزاروں شب قائم ہوئے۔ مدرسے اور یونیورسٹیاں بن گئیں۔ کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ عدالتیں کھل گئیں۔ امن اور سلامتی کے جھنڈے لہرانے لگے۔ اسلامی شوکت و قوت کے سامنے طاقتیں اور سلطنتیں سرنگوں ہو گئیں۔ کفر مٹ گیا۔ جگہ جگہ معبودان باطلہ کے ماننے والے اسلام میں داخل ہو گئے۔ عیسائیت اور یہودیت اور مجوسیت وغیرہ مذاہب پر موت طاری ہو گئی اور مسلمانوں کو اس قدر کامیابیاں ہوئیں۔ کہ انہوں نے حیرت انگیز امور دنیا کے سامنے پیش کر دیئے۔

(۵)

چنانچہ اسلامی تاریخیں بتلاتی ہیں کہ قیروان کی چھاؤنی بن رہی تھی۔ اور اس جنگل میں جہاں یہ آبادی تجویز کی گئی۔ جنگلی درندے اور وحشی سکونت پذیر تھے۔ مسلمانوں کے کمانڈر نے گھوڑے پر چڑھ کر اس زمین کے گرد چکر لگایا۔ اور کہا۔ کہ اے جنگلی درندو۔ اور وحشیو تم اس زمین سے نکل جاؤ یہاں محمد الرسول اللہ کے خادم چھاؤنی ڈالیں گے۔ چنانچہ

مورخین لکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے شیروں اور چیتوں کو دیکھا اور سانپوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنی پیٹھوں پر اپنے بچے ڈالے ہوئے وہاں سے بھاگے جا رہے تھے۔

(۶)

طارق ابن زیاد نے جبرالٹر پر اسلامی فوجیں اتار دیں۔ اور کشتیاں غرق کر دیں۔ اور پھر اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا اب تو تمہارے سامنے دشمن ہے۔ اور پیچھے سمندر ہے۔ اب تمہارے لئے کوئی جائے فرار نہیں۔ سوائے اس کے کہ تم دشمن پر فتح پاؤ۔ اور ملک کو فتح کر لو۔ اور اگر لڑائی میں مارے گئے تو پھر تمہارے لئے جنت ہے۔ یہ بہادری۔ دلیری۔ ہمت جرأت کی عظیم الشان مثال ہے۔ جس کی مثال تاریخ میں دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔

مسلمانوں نے اسی پر بس نہیں کی۔ دنیا کے ہر شعبہ میں اصلاح کی۔ اور دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ یہ تھا اسلام کا ماضی۔ جو سبز اور سرسبز ماضی تھا۔ جس کی یاد تڑپاتی اور دلوں کو گرماتی رہتی ہے۔ اور جس کو یاد کر کے دردمندانِ اسلام نوحہ زن ہیں اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں۔

پھر طور کا جلوہ پھر من و سلویٰ ہو

حالاتِ حاضرہ

انقلابات آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اسلام پر بھی ایک انقلاب آ گیا۔ اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ مسلمانوں میں غفلت پیدا ہو گئی۔ اور وہ اپنی حالت کو بدل بیٹھے۔ پس خدائی قانون بھی یہ ہے۔ کہ جو اپنی حالت بدل دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اسی کے موافق اس سے سلوک کرتا ہے۔

ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

وہ باغ جس پر بلبلیں چہچہایا کرتی تھیں۔ سوکھ گیا۔ اور اس پر کوئی ترنم ریز نہ رہا۔ بڑی بڑی عمارتیں کھنڈر بن گئیں۔ اور سلطنتیں مٹ گئیں۔ وہ جو دنیا پر بھاری تھے۔ ان کا وجود خود اپنے لئے بوجھل ہو گیا۔ مسلمانوں کے قومی اخلاق بدل گئے اور ان کی جگہ بدی اور بد اخلاقی نے لے لی۔ ایک سیاہ رات تھی۔ جو ساری دنیا میں چھا گئی۔ اس کی تاریکی میں وہ سرگردان و حیران پھرتے تھے۔ اور ان کو راستہ ملتا نہ تھا۔ ایک ایک کر کے ان کے قبضے سے سلطنتیں نکل گئیں۔ اور بعض سلطنتوں سے تو وہ خود بھی بالکل نکال کر باہر کر دیئے گئے۔ ان کے کھانے پینے۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ بدل گئے۔ ان کا طرزِ تمدن بدل گیا۔ اور وہ دوسروں کے نقال رہ گئے۔ اور ان کی مثال اس شعر کے مصداق ہو گئی۔

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

اس حالت پر دردمند مسلمانوں نے نوحے لکھے اور ماتم کیا۔ میں اس حالت کا نقشہ اپنی قلم سے کھینچنے کی بجائے ان نوحہ گروں کی قلم سے کھینچا ہوا پیش کروں گا۔ تا کہ آپ کو معلوم ہو۔ کہ مسلمانوں کی حالت کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور دردمند شاعر مولانا حالی نے لکھا ہے ؎

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

ہم نفس مجھ سے مسلمانوں کی حیرانی نہ پوچھ
داستانِ بیکسی حال پریشانی نہ پوچھ
رنج و غم اندوہ حرماں کی فراوانی نہ پوچھ
معصیت کی قلزم ہستی میں طغیانی نہ پوچھ
حالتِ تذلیل و تحقیر و پشیمانی نہ پوچھ
کوڑیوں کے مول ہیں لعل بدخشاں نہ پوچھ

اب سروں پر جلوہ گر تاجِ سلیمانی نہیں
بازوؤں میں طاقت زورِ علی و بکانی نہیں
بُت شکن کنارِ کش بر تیغ ہندوانی نہیں
وہ جہانگیری۔ جہانداری جہانبانی نہیں
مشغلِ علم و ہنر سے بزم نورانی نہیں
اب وہ پہلا سا دلوں میں جوشِ ایمانی نہیں
گردنیں جھکتی نہیں ان کی اطاعت کے لئے
سر بسجدہ یہ نہیں ہوتے عبادت کے لئے
کوششیں کرتے نہیں دیں کی اشاعت کیلئے
متحد ہوتے نہیں تنظیم ملت کے لئے
دل میں ان کے عظمتِ احکامِ قرآنی نہیں
نام کے نقالی مسلماں ہیں مسلمانی نہیں

(حکیم مصطفیٰ حسین خاں صاحب ملیح آبادی)

(شیخ محمد خاں جالندھری)

عزیزو حالت اسلامیاں اب ایسی بدلی ہے
کہ پہلی سی نہیں ان میں رہی کوئی ادا باقی
نہ اسلامی اخوت ہے نہ اسلامی محبت ہے
نہ ہمدردی نہ الفت ہے نہ مہر و وفا باقی
کسی حرکت میں پاس اسلام دیکھا ہیں جاتا
تعلق ہی نہیں اسلام سے گویا رہا باقی
نہ دولت ہے نہ ثروت ہے نہ عظمت ہے نہ شوکت ہے
نہ عزت ہے نہ حرمت ہے نہ سیر و غنا باقی

مسلماں ہو گئے یوں خدا سے بے تعلق سے
معاذ اللہ نہیں گویا رہا کچھ اعتنا باقی
نہ اس کے قہر سے ترساں نہ اس کے مہر کے خواہاں
نہیں رکھتے دلوں میں یعنی کچھ بیم و رجا باقی
نہ طاعت اور عبادت ہے نہ تبلیغ امانت ہے
نہ دینداری رہی ان میں نہ زہد و اتقا باقی
وہ سچا جوشِ اسلامی کہیں دیکھا نہیں جاتا
نہ اگلی سی کہیں ترویج دینِ مصطفیٰ باقی
ہوئے ہیں منحرف یوں جادۂ شرعِ محمدؐ سے
نہیں ان کے لئے جیسے کوئی راہ ہدیٰ باقی
یہ ہیں گم کردہ راہ ایسے کہ یہ باور نہیں آتا
کہ ہے ان میں بھی کوئی پیشوا اور راہنما باقی
مسلمانی پہ کچھ رکھتے نہیں برہانِ قاطع ہم
یہ جو اسلام ہے کہنے کو نرا باقی
فضائل اور محاسن جتنے تھے سب ہو گئے زائل
تو پھر انصاف سے بولو کہ کیا ہم میں رہا باقی

اس قسم کے ہزارہا مرثیے اور نوحے اسلام اور مسلمانوں کی حالت پر لکھے گئے۔ اور ایسے مرثیہ گو صرف ہندوستان میں ہی نہ تھے۔ بلکہ دنیا کے کونے کونے میں اور ہر ملک و ہر زبان میں مسلمانوں کی بدحالی پر رونے والے نظر آئے۔ مگر مسلمانوں نے کروٹ نہ لی۔

اسلام کی بجائے قومیت کا تخیل

اسلام کی بجائے قومیت کا تخیل پیدا ہو گیا۔ عربوں نے عربی قومیت کی بات پڑھنی شروع کی۔ انہوں نے ایک عرب سلطنت کا خواب دیکھنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اجنبی اجارہ دار عربی کثرت ہونے کے عربی ممالک میں گھس آئے۔ اور عربی ایمپائر کے نام پر ان کے تخیل کو ابھارا گیا۔

دوسری طرف کردوں میں ایک آزاد کردی حکومت پیدا کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اس خیال کی نشو و نما یہاں تک ہوئی۔ کہ مصر مصریوں کے لئے۔ فلسطین فلسطینیوں کے لئے۔ شام شامیوں کے لئے۔ عراق عراقیوں کے لئے۔ ایران ایرانیوں کے لئے نعرے لگنے لگے۔ قرآن کریم نے جو حکم دیا تھا۔

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا

اس کی خلاف ورزی ہوئی۔ اور وحدت اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور قانون الٰہی

فتذھب ریحکم

مسلمانوں کی جو ہوا بندھی ہوئی تھی وہ جاتی رہی۔ اسی پر بس نہ رہی۔ خود اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے اسلام کے شیرازہ بندی کو نقصان عظیم پہنچا دیا۔

کمال پاشا۔ رضا شاہ۔ امان اللہ خاں نے تجدد کے نام پر کام شروع کیا۔ اور مسلمانوں میں جبری طور پر ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ جو اسلام کے لئے سخت نقصان دہ تھیں۔ ممکن ہے۔ کہ میرے مندرجہ بالا فقرے کو جدید فضا میں رہنے والے نوجوان پسند نہ کریں۔ اس لئے کہ آج یورپ کی فضا کا ایک اثر ایسا پھیل چکا ہے۔ کہ جس سے نئے لوگ ہر چیز کو بدلنے کے خواہشمند ہیں۔ مگر ان کو معلوم نہیں۔ کہ جو چیز اپنی ذات میں مکمل ہو۔ اس میں تبدیلی کے معنی یہ ہیں کہ اسے خراب کر دیا جائے۔

انسان کی اپنی جسمانی کل جب کہ ٹھیک چل رہی ہو۔ تو کوئی ڈاکٹر جو دل کو اس کی جگہ سے نکال کر دوسری جگہ رکھنا چاہے گا۔ وہ یقیناً اس انسان کی موت کا باعث ہو گا۔ انسانی جسم میں جو چیز جہاں ہے۔ وہ بالکل مکمل حالت میں ہے۔ اس لئے اس کی تبدیلی کوئی خوشگوار اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ بالکل یہی حالت قوموں کی زندگی کی ہے۔ جو اصول کسی قوم کو شاہراہ ترقی پر لے جانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنائے گئے ہیں۔ ان اصولوں کی خلاف ورزی کرنے سے وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ بالکل یہی حال اسلام کا ہے اس میں اس قسم کی تجدید کہ اس کے اصولوں کو بدل دیا جائے۔ یہ تجدید نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ اس کی موت کے مترادف ہے۔

چنانچہ اس حالت کا تذکرہ مصنفین اور سیاحوں کی کتابوں سے نمایاں [illegible] ہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں میں پیش کرتا ہوں۔

آج اکثر اسلامی ملکوں میں مذہب کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔ اسے سماج اور عوام کے رہن سہن سے بالکل الگ کر دیا گیا ہے۔ اور موجودہ سیاست کا بہاؤ مقرر کرنے میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں۔

(ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۲۳۵)

اس کے علاوہ عبادت کی طرز۔ مذہبی زبان۔ اسلامی تمدن ایک خاص قسم کی رہن سہن نے دنیا کے مسلمانوں کا ایک الگ گروہ سا قائم کر دیا تھا۔ اس تمدنی یکسانگی پر اکثر ضرورت سے زیادہ زور دے کر یہ دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ دنیا کے مسلمان سب ایک قوم ہیں۔ اور دوسروں سے بالکل الگ۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی مسلمان دنیا کے اور رہنے والوں کی طرح انسان ہیں۔ اور انسانوں کی طرح رہتے سہتے ہیں۔ اور انسانوں کی سی خواہش رکھتے ہیں۔ اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں

اسی اصول کا اطلاق اسلامی حکومتوں پر بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ بنو عباس کے ہاتھ سے خلافت نکل جانے کے بعد اسلامی ملکوں میں کبھی بھی سیاسی اتحاد اور ایکا زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا۔ اور اکثر مسلمان حکمران دوسرے مسلمان حکمران کی حکومت چھیننے کیلئے غیر مسلموں سے ساز باز کرتا رہا۔ (ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۲۲)

مسلمانوں میں خلافت کا ڈھونگ

خلافت جو اتحاد اسلامی کی نیو خیال کی جاتی تھی۔ اس پر مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اور اسلامی دنیا شیعہ اور سنی دو فرقوں میں بٹ گئی۔ بنو عباس کی خلافت کا اقتدار ان کی تلوار پر قائم تھا۔ اور ان کے بعد جب یہ ترکہ سلاطین عثمانیہ کے ہاتھ آیا۔ تو انہوں نے بھی اسے محض اپنے سیاسی مفاد کو مضبوط کرنے کے لئے استعمال کیا۔ مغرب کی عیسائی حکومتوں کے مقابلے میں اور مبتلائے اسلام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اتحاد اسلام کا پرچار کیا۔ (ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۲۲۶)

خلافت اسلامیہ کی تاریخ میں سلطان عبدالحمید کا دور حکومت بالکل اسی طرح ہے۔ جس طرح مرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے مریض کے ہوش و حواس درست ہو جاتے ہیں۔ (ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۲۲۷)

تحریک اتحاد اسلام کے خلاف جذبہ

خلافت کے خاتمہ پر اتحاد اسلام کی تحریک کو ایک مذہبی اصول کی حیثیت اختیار کر لینے میں سب سے بڑی روک اسلامی ملکوں کی قوم پرستی کا جذبہ تھا۔ ترکوں نے اتحاد اسلام کی جگہ اتحاد ترکیہ کی پالیسی اختیار کی۔ ساری دنیا کے مسلمانوں سے رشتہ جوڑنے کی بجائے اپنے ڈھنگ پر ترکی قوم کی فلاح کے کام شروع کئے۔ عرب ممالک میں بھی اسی طرح کا قومی جذبہ پایا جاتا ہے (ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۲۳)

شام کے وزیر اعظم جمیل مردم بے نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ وہ اور ان کے ساتھی ایک جمہوری حکومت کی تعمیر میں لگے ہیں۔ جس میں عیسائی اور مسلمان سب برابر ہوں گے۔ اور جس کی منزل مقصود اتحاد عرب ہو گی۔ (ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۲۳۱)

اس قومیت کا نتیجہ کیا نکلا۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں بری طرح مجروح کیا گیا۔ چنانچہ اس کا اندازہ بھی ذرا دوسروں کی زبان سے پڑھ لو۔

ٹرکی میں اسلام

ٹرکی جو حامئے اسلام تھا۔ ٹرکی جسے دعویٰ تھا کہ وہ محافظ حرمین ہے۔ اس کا کیا حال ہوا۔

جمہوریہ ترکیہ کے قیام کے بعد سے ترکی اصلاحات کا دور شروع ہوا۔ اور جو انجمن اتحاد و ترقی کے نوجوانوں نے ۱۹۰۸ء میں ڈالا تھا۔ اس کے پھل اب بیس برس بعد مل رہے ہیں۔ زبردست قومی جذبہ اور مغربی عناصر کی مقبولیت اس دور کی خصوصیات ہیں۔ ترک مہذب دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ فی زمانہ ترکی کے پیشوا مغربی ممالک ہیں۔ اس لئے ان کا اتباع ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی ترکوں کو اپنی وطنی خصوصیات کا بھی احساس ہے۔ اور وہ مغربی سیلاب میں اپنی قومی شخصیت کو برقرار رکھنے پر برابر مصر ہیں۔

جمہوریہ ترکیہ نے سب سے پہلا کام جو ہاتھ میں لیا۔ وہ سیاسی اصلاحات تھیں۔ مغربی طرز پر ایک جمہوری دستور اساسی تیار ہوا۔ مذہب اور سیاست کو بالکل الگ الگ کر دیا گیا۔

مذہب کے معاملات میں مصطفیٰ کمال نے شروع میں کوئی مداخلت نہ کی۔ اور ۱۹۲۴ء کے دستور اساسی نے تو اسلام کو سرکاری مذہب بھی تسلیم کر لیا تھا۔ مگر بعد کے واقعات کردوں کی بغاوت اور اس کے مذہبی رنگ و روپ نے جمہوریت پسندوں کا رویہ بدل دیا۔

فتحی بے کی اعتدال پسند وزارت کی جگہ عصمت پاشا برسر اقتدار آئے۔ اور ۱۹۲۵ء کے احکامات کی رُو سے تمام خانقاہیں بند کر دی گئیں۔ مشائخ اور درویشوں کے تمام القاب ختم کر دیئے گئے۔ سلطانوں کے مقبرے جہاں لوگ جا جا کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ آثار قدیمہ میں شامل کر لئے گئے۔

سرکاری افسروں کو یورپین لباس پہننے پر مجبور کیا گیا۔ مذہبی لباس پہننے کی صرف چند لوگوں کو اجازت دی گئی۔ اور ان کا لباس بھی حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا گیا۔ ہفتہ وار تعطیل جمعہ کی بجائے اتوار کو کر دی گئی۔ نیز خاص و عام کے لئے مذہبی وعظ بیان کرنا منع ہو گیا۔

اپریل ۱۹۲۸ء میں دستور اساسی سے وہ دفعہ نکال دی گئی۔ جس کی رُو سے اسلام سرکاری مذہب بتایا گیا تھا۔

صدر دستور اساسی سے اپنی وفاداری کا حلف اللہ کی بجائے اپنی عزت و وقار پر لینے لگا۔ شادی۔ بیاہ۔ نکاح۔ اور طلاق کے متعلق سوئٹزرلینڈ اور فرانس کا قانون رائج کر دیا گیا۔ (ممالک اسلامیہ کی سیاست صفحہ ۶۵ و ۶۶)

ٹرکی میں بے پردگی

یونان کو ہرا کر سمرنا میں داخل ہونے پر مصطفیٰ کمال نے ایک عام جلسے میں عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم نے ایک بہت بڑی اور فیصلہ کن جنگ جیتی ہے۔ لیکن یہ بالکل بے معنی ہو گی۔ اگر آپ ہماری مدد کو نہ آئیں۔ مردوں سے انہوں نے کہا تھا۔ کہ تا وقتیکہ عورتیں قومی سماج کی سماجی زندگی میں حصہ نہ لیں گی۔ اور ہم اپنے رسم و رواج میں بنیادی تبدیلی نہ کریں گے ہم کسی حالت میں [illegible] ترقی نہ کر سکیں گے۔"

چنانچہ [illegible] مسلمان [illegible] بے نقاب ہو کر گھروں سے نکل آئیں۔ اور بغیر مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ ہو کر ناچ رنگ میں مشغول ہو گئیں۔ ترکی [illegible] کی مردم شماری سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible] ایک لاکھ بیس ہزار عورتیں صنعت و حرفت میں لگی ہوئی تھیں۔ تیس ہزار تجارتی کاروبار کرتی تھیں۔ اٹھارہ ہزار ملازمتوں اور آزاد پیشوں میں تھیں۔

مندرجہ بالا نوٹوں سے بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ ٹرکی میں اسلامی روایات کا کچھ بھی باقی رہنے نہ دیا گیا۔ ملک کو یورپ کے ڈھنگ میں ڈھال دیا گیا۔ یہی حالت مصر۔ شام۔ عراق۔ فلسطین اور ایران مراکش وغیرہ ممالک کی تھی۔ مگر ہم ایک جھلکتی ہوئی نظر سب ملکوں پر ڈالتے چلتے ہیں۔

عرب

عرب جس سے اسلام کا مہر منور چمکا۔ اور جس نے دنیا کو روشن کیا۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ

"اہل ملک کی عام حالت افسوسناک ہے۔ عرب کی سرزمین بے آب و گیاہ اور باشندے بے حس بدوخانہ بدوش۔ نہ کھانے کو وافر اور نہ جماعتی زندگی کا کوئی شعور۔" صفحہ ۱۲۳

اسلام سے پہلے جزیرہ عرب کی جو حالت تھی۔ کم و بیش عرب پھر اسی حالت پر لوٹ آئے۔ صفحہ ۱۲۵

اسلام آیا۔ اس نے عربوں کو سدھارا۔ ان کا رہن سہن ٹھیک کیا۔ ان کی لوٹ مار ختم کی۔ اور آپس کی خانہ جنگی ایک بڑی حد تک دور کر دی

لیکن

جلد ہی عرب اپنے پرانے ڈھرے پر واپس آ گئے۔ بے پناہ غریبی نے ان کو مذہب اور مذہبی پابندیوں سے بھی آزاد کر دیا۔ اور پیٹ کی خاطر انہوں نے لوٹ مار پھر شروع کر دی۔ دوسری طرف مذہب زنگ آلود ہوتا گیا۔ صفحہ ۱۲۶

ایران

رضا شاہ کا طرز حکومت قریب قریب وہی ہے۔ جو ترکی کا ہے۔ صفحہ ۱۸۷۔ اب مردوں اور عورتوں کو یورپی لباس پہننے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اور ایران کے بڑے بڑے شہروں میں عبا۔ قبا۔ غرارے دار پائجاموں اور برقعہ و دوپٹہ کی جگہ پتلون اور جدید طرز کے جمپر اور ڈاکیں نظر آتی ہیں۔ صفحہ ۱۹۸

اب سے دس برس پہلے ایران میں ملاؤں کا اتنا زور تھا۔ کہ وہ تمام ملکی انتظامات پر قابض تھے۔ اور شاہ ایران ان کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن اب ایران ان کے چنگل سے آزاد ہے۔ صفحہ ۱۸۹

یہی حالت ہر ایک مسلمان کی ہے۔ حکومتوں پر اگر اقتصادی رنگ میں نظر ڈالی جائے۔ تو اسلامی حکومتیں اس قدر مفلوک الحال اور کمزور ہیں۔ کہ وہ اپنے وجود کو قائم بھی نہیں رکھ سکتیں۔ یورپ کی سلطنتوں نے ایسے ایسے سیاسی جال اور کمندیں ان پر ڈال رکھی ہیں۔ کہ وہ بالکل بے دست و پا ہیں۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر ان سلطنتوں کی حالت یورپ کے دباؤ کی وجہ سے ایسی ہو گئی تو کیا۔ مسلمان تو بلحاظ افراد کے حامل اسلام ہیں۔ اسکے [illegible] فرداً فرداً مسلمانوں کی حالت [illegible]

[illegible]

کی مصداق [illegible]

شراب میں پکے ہوئے کھانے

حضرت عرفانی کبیر اپنی کتاب مشاہدات عرفانی میں لکھتے ہیں۔

یورپ سعید	پاس ہی مطعم (ہلال) ہے۔ [illegible] وہاں چلے گئے۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب

اور افسوس ہوا۔ کہ کھانے کی فہرست میں ایک کھانا بالکل شراب میں پکا ہوا بھی تھا۔ مسلمانوں کو [illegible] کیا [illegible]

کہاں پہنچ گئی ہے۔ آہ صفحہ ۶۳

سومالی لینڈ کے مسلمان،

میں جب کشمیر گیا تھا۔ تو مجھے کشمیریوں کو دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ کہ ایسی ذہین اور طباع قوم جو نہایت کار آمد اور مفید ہو سکتی ہے۔ عدم تربیت کی وجہ سے کس طرح تباہ ہو رہی ہے۔

میں نے سومالی مسلمانوں کو جب دیکھا۔ تو وہ درد اور زخم تازہ ہو گیا۔ یہ ایسے طباع۔ ذہین اور محنت کش ہیں۔ کہ مجھے حیرت اور تعجب ہوا۔ مختلف زبانیں نہایت عمدگی سے بولتے تھے۔ اور ایسے مستعد اور پھرتیلے تھے کہ گویا مشین کے پرزے ہیں۔ بڑے جفاکش اور محنتی۔ مگر قومی ادبار نے انہیں حمالی سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ اگر ان لوگوں کی تربیت ہو۔ ان میں تعلیم ہو۔ اور اسلامی روح ان میں پیدا کی جائے۔ تو یہ ایک مفید اور نہایت ہی کار آمد ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ ہو تو کیونکر ہو۔ (مشاہدات عرفانی صفحہ ۲۵)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ،

مصر کی قبر پرستی مرد اور عورتیں مرزا مبارک کے جنگلے کو پکڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ اور اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو پیش کرتے ہیں۔ قبر پرستی کا یہ مذاق اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ دیکھ کر رونا آتا ہے۔ اور مسجد کی بعض اوقات بے حرمتی ہوتی ہے۔ (مشاہدات عرفانی صفحہ ۷۶)

سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ

مجھے یہ دیکھ کر ہمیشہ تعجب ہوا ہے۔ کہ اسلام جو ایک زندہ مذہب ہے۔ اور قبر پرستی اور مردہ پرستی سے بچانے کے لئے آیا تھا۔ جس نے ہر قسم کے شرک اور رسوم و رواج کے اغلال سے دنیا کو نجات دی۔ آج اس کے ماننے والے ہر جگہ مردہ پرستی میں مبتلا ہو کر اپنی روح کو ہلاک کر رہے ہیں۔ (مشاہدات صفحہ ۱۰۲)

ہر میلہ پر قریباً ایک لاکھ آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اور مصر کے مختلف حصوں سے آتے ہیں۔ لوگوں کی عقیدت اور ارادت کا یہ حال ہے۔ کہ بعض اپنے گھروں سے رقص کرتے ہوئے یہاں آتے ہیں۔ (مشاہدات صفحہ ۱۰۲)

جزیرہ کریٹ کا ذکر

۱۸۲۵ء میں پھر بغاوت ہوئی۔ اور نہایت خطرناک اور وحشیانہ تھی۔ مسلمانوں پر جو جو مظالم کئے گئے۔ ان کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ عورتوں کی چھاتیاں۔ مردوں کے کان اور ناک کاٹ لئے۔ میں ان ایام میں امرت سر میں اخبار فیروز کا ایڈیٹر تھا۔ لارڈ کرزن اس وقت فارن سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ہوس آف کامنز میں اعتراف کیا۔ کہ کریٹ کے مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم کئے گئے ہیں۔

(مشاہدات عرفانی صفحہ ۱۳)

مصر کے شراب خانے

قاہرہ میں شراب خانے کثرت سے ہیں۔ رات بھر ان میں ہنگامہ رہتا ہے۔ ایک روز نصف شب کے قریب شور و غل کی وجہ سے آنکھ کھل گئی۔ ہوٹل کی پشت پر ایک گلی تھی۔ کھڑکی میں اس طرف دیکھا۔ تو عجیب تماشا نظر آیا۔ سڑک پر مار پیٹ ہو رہی تھی۔ اور شراب کے برتن ٹوٹے پڑے تھے۔ چند لوگ نشے میں جو آپس میں دست و گریبان ہو رہے تھے۔ پولیس موقع پر پہنچی۔ اور کوڑے بازی شروع ہوئی۔ اس کے بعد کچھ آدمیوں کو گرفتار کر کے ایک چھوٹی موٹر میں اوپر تلے لاد دیا۔

(پردیس کی باتیں مصنفہ میرزا حسین احمد بیگ سشن جج صفحہ ۲۲)

ترکی میں

یورپ اور ہندوستان کے بعض اہل الرائے کہتے ہیں کہ ترکوں نے اپنے قومی امتیاز کو مٹا دیا۔ ٹوپی کے ساتھ عربی رسم الخط بھی اٹھا دیا گیا ہے۔ اب جدھر دیکھو۔ جدید رومن رسم الخط دکھائی دے گا۔

خدا کرے یہ سب باتیں ملک کے حق میں مفید ثابت ہوں۔ اور یہ مجاہدین اسلام صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ اتنا تو ہم بھی ضرور کہیں گے۔ کہ قدیم اسلامی شان و شوکت کے آثار یہاں مطلق نہیں پائے جاتے۔ یہ بھی محسوس نہ ہوا۔ کہ ہم کسی اسلامی ملک میں آئے ہوئے ہیں۔

(پردیس کی باتیں صفحہ ۹۲)

بوڈاپسٹ

قریب ہی ایک گوتھک وضع کا خوبصورت گرجا ہے اس کی تعمیر تیرھویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی تھی۔ ترکوں کے زمانہ حکومت میں ڈیڑھ سو برس تک گرجا مسجد کا کام دیتا رہا۔ بلکہ یہاں کی سب سے بڑی مسجد یہی تھی۔ اسلامی حکومت کے زوال پر عیسائیوں کا دَور دورہ ہوا۔ تو انہوں نے اس کو گرجا کر لیا۔

راہبر سیر کراتے وقت اکثر ترکی حکومت کا ذکر بلا ضرورت کیا کرتا تھا۔ اس وقت ہمارے قلوب کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔

افسوس کہ زمانہ کیا تھا! اور کیا ہو گیا!

[illegible]

(پردیس کی باتیں صفحہ [illegible])

ہمارے لیڈر و پیشوا،

لیکن [illegible] کہ ہم لوگ خود [illegible] ہوتے جا رہے ہیں [illegible] کیونکہ یہ طبقہ بہت [illegible] سمجھا جاتا ہے۔ مگر ان لوگوں کو دیکھو جو [illegible] اصلاح کا ظاہر ہے آراستہ رکھتے ہیں۔ اور مذہبی پیشوائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ [illegible] قوم با لذت کے مقدس گروہ کرتے تو بناوٹ اور نمائش اور ظاہری اعمال کی کمی نہ پائی گئے۔ روزہ نماز۔ پوجا پاٹ میں بظاہر مستعد اور پابند۔ باتیں بھی

اللہ والوں جیسی نصیحت کے پل باندھتے ہیں بڑے مشاق۔ لیکن ان کی خانگی زندگی کو ٹٹولو تو معلوم ہوگا۔ یہ سب شیشہ بندی ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

بلاشبہ نوے فی صدی ایسے نکلیں گے۔ جن کے اعمال دنیاداروں سے بھی بدتر ہیں۔ تو اب صورت حال یہ ہوئی۔ کہ ہماری اصلاح باطن جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ خود راہ راست پر نہیں ہیں۔

اور تعلیم و تربیت اور تمدن میں ہم اس قوم کی تقلید کر رہے ہیں۔ جو مذہب سے بالکل دست بردار ہو چکی ہے۔ پس آئندہ ہمارا جو کچھ حشر ہونے والا ہے۔ وہ معلوم ہے۔

(پردیس کی باتیں صفحہ ۱۳)

مسلمانوں کا وزن بین الاقوامی ترازو میں

جہاز کے سفر میں ہم کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہ بین الاقوامی ترازو میں ہمارا وزن کتنا ہے۔ پہلے ہم کیا تھے۔ اور اب کیا ہو گئے ہیں۔ کوئی زمانہ تھا۔ کہ ہم بھی صاحب حکومت تھے۔ مال و دولت کی کمی نہ تھی۔ حاکم تھے۔ محکوم نہ تھے۔ حکومت اور ثروت کے ساتھ۔ علم کی دولت سے بھی مالا مال۔ کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہ ہم کو ترچھی نظروں سے دیکھے۔

ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے سب کچھ کھو دیا

مولانا نذیر احمد نے (خدا ان کو مغفرت نصیب کرے) قوم کا مرثیہ خوب لکھا۔ اس موقعہ پر مرثیہ کے چند اشعار ملاحظہ طلب ہیں۔

کیا خوب کہہ گیا کوئی شخص خوش خصال
لفظ عرب میں نحن رجال و ھم رجال

اب اے عزیزو تم سے ہمارا ہے یہ سوال
کیوں آ گیا ہے قوم کی حالت میں اختلال

اقوام روزگار میں بیٹھے ہو کس لئے
بے وقعتی کی خاک بہ لئے کس لئے

کثرت سے تم میں صاحب مقدور کیوں نہیں
لوہا تمہارا مانتے جمہور کیوں نہیں

منہ پر تمہارے حسن نہیں، نور کیوں نہیں
دل قوم کے شگفتہ و مسرور کیوں نہیں

آخر تمہاری قوم پر یہ کیا وبال ہے؟
ہر شخص پریشان کرد خستہ حال ہے

جب تک ہماری قوم میں [illegible] رہا
[illegible] رہا

کہاں [illegible] کا نام [illegible] رہا
ہر فرد عافیت سے [illegible] رہا

[illegible]

(پردیس کی باتیں صفحہ [illegible])

[illegible] قوم کی [illegible] درد کی دل سوزی [illegible] جمع کی [illegible] تو یہ [illegible] کو [illegible] ہو [illegible] اس پر آپ اپنی نظر ڈالیں۔ اور غور سے دیکھیں کہ یہ ہندوستان [illegible] ہے ہماری سلطنتیں، [illegible] ہمارے یہ اصلاح [illegible] بدل گئے [illegible] ہمارے لیڈر [illegible] گھمنڈ [illegible] تاریکیاں۔ ظلمت [illegible] آندھیاں۔ بگولے۔ بارشیں اور سیلاب۔ طوفانی موجیں [illegible] آثار [illegible]

زلزلے۔ الغرض ہر قسم کے عذابوں کا ہم شکار ہو گئے۔

ہم سے توحید باری تعالیٰ چھن گئی۔ ہم موحد کہلاتے ہوئے مشرک ہو گئے۔ ہمارا انتظام مختل ہو گیا۔ ہماری وحدت کثرت میں تبدیل ہو گئی۔ ہمارا باغ سوکھ گیا۔ ہمارے دریا خشک ہو گئے۔ ہماری بہار خزاں میں تبدیل ہو گئی۔ صحت بیماری میں، تندرستی و حیات نے موت کی شکل اختیار کر لی۔ ہمارے حال پر کسی کو رحم نہ آیا۔ ہماری بے کسی پر کوئی آنکھ نہ روئی۔ ہم اسپین سے نکال دیئے گئے۔ ہمارا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ روس میں مسلمانوں کے گلے پر ظلم و تعدی کا خنجر پھیر دیا گیا۔ اپنے ملکوں میں ہم نے خودکشی کر لی۔ آہ یہ وہ اسلام ہے جو خدا کا اپنا دین تھا۔ جس کے لئے اس نے خود کہا تھا۔

ان الدین عند اللہ الاسلام

اور جس کے لئے فرمایا تھا:۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

اور جس کے لئے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اس اسلام پر ان مذاہب نے جن کو ہم نے مردہ جان لیا تھا۔ اب بڑی قوت سے سر اٹھایا۔ اور حملہ کر دیا۔ عیسائیت۔ یہودیت۔ مجوسیت۔ ہندو ازم۔ برہمو سماج آریہ سماج وغیرہ مذاہب نے ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا۔ اور اسلام کے خلاف کتابوں پر کتابیں۔ رسالوں پر رسالے۔ اخبارات پر اخبارات اور دھوآں دھار تقاریر کرنی شروع کر دیں۔ اور انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ اب ہم اسلام کو ختم کر کے چھوڑیں گے۔

اس سے بڑھکر دہریت کا حملہ تھا۔ مذہب اور اس کے نظام کو پارہ پارہ کرنے کے لئے دہریت کی آواز بلند ہوئی۔ اور اس نے مسلمانوں کے نوجوانوں کے دماغوں میں فوری طور سے ایسے زہریلے مواد داخل کر دیئے جیسے انجکشن سے سریع التاثیر مادہ خون میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

آزادی اور آزاد خیالی کے نام پر ایک ایک چیز ہمارے نوجوانوں کے ہاتھوں تار تار کروا دی گئی۔

شراب کو شیر مادر۔ جوئے کو اپنے مال پر خرچ کرنے کے حق سے جائز قرار دے دیا۔ عورتوں کو مردوں سے مختلط کرنے کے لئے حریت نسواں کا حربہ استعمال ہوا۔

بدی اور بدکاری گناہ اور گناہگاری کوئی عیب نہ رہا۔ بلکہ ایک آرٹ اور فن ہو گیا۔

ہر قسم کے عیب آزادی اور آرٹ کی عینک سے ہنر بن گئے۔ یہ کیوں۔ اس لئے کہ ہم نے اسلام کو چھوڑ کر یورپ کی تقلید کی۔ اور یورپ جس دریائے معصیت میں غرق ہے۔ اگر میں اس کے چند مناظر کی جھلک آپ کو دکھاؤں۔ تو یہ سارا اخبار بھی اس کے لئے مکتفی نہیں ہو سکتا۔ یورپ نے اپنی سیہ کاریوں میں اس قدر ترقی کی۔ آج ان میں نہ کوئی مذہب ہے اور نہ کوئی قانون شریعت ہے۔ باپ اور بیٹی ننگے کلبوں میں جاتے ہیں۔ ماں اور بیٹا ایسی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ کوئی عیب ایسا نہیں۔ جو ان کی نظر میں ہنر نہ ہو گیا۔ زمین کے کونے کونے میں انسان کی گناہگاری اور بے حیائی کی انتہا ہو گئی ہے۔ اور خدا کے راستباز بندے اور فرشتے لعنت بھیج رہے ہیں۔

ظہر الفساد فی البر والبحر

کا عالم ہے۔

سب کچھ ہوا۔ مگر کیا آپ کا خیال ہے۔ کہ خدا فراموش ہے۔ وہ جس نے ابراہیم کے سوکھے درختوں کو سرسبز کر دیا۔ وہ جس نے کعبۃ اللہ کو اپنی عبادت کے لئے پاک کر دیا۔ جس نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا وہ جس نے یہ سارا انتظام اس لئے قائم کیا کہ دنیا اس کی عبودیت میں داخل ہو جائے۔ کیا وہ شیطان کی ان تدابیر پر خاموش رہے گا۔ کیا وہ اسلام کو مٹ جانے دے گا۔ کیا اس کی عبادتگاہیں ویران کر دی جائیں گی۔ اور وہ نعرے جو اللہ اکبر کے بلند ہوا کرتے تھے۔ وہ مٹا دیئے جائیں گے نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ اس کی سنت قدیمہ کے خلاف ہے۔ اس لئے اس نے پسند کیا۔ کہ وہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے ایک بچہ پیدا کرے جو

بطل اسلام ہو

اور اس کے ساتھ اسلام کا مستقبل وابستہ کر دے۔ تا اسلام کی زندگی اور حقانیت پر ایک دلیل ہو۔ مگر قبل اس کے کہ میں اسلام کے مستقبل پر کچھ لکھوں۔ اس دردناک قصہ حال کو بار بار پڑھو۔ تاکہ جب خدا تعالیٰ کو اسلام کی مدد جلال کے ساتھ اترتے دیکھو۔ تو تم کو احساس ہو۔ کہ کس قدر احسان عظیم ہوا ہے۔

مستقبل اسلام

اس تاریکی اور پریشانی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے پھر اپنی آخری تجلی کا اظہار کیا۔ اور ہندوستان کے ایک دور افتادہ گاؤں میں جو بالکل ایک کور دیہہ تھا۔ ایک فارسی النسل انسان کو برپا کیا۔ جو اگرچہ یتیم نہ تھا۔ مگر اس کی زندگی ایسی زندگی تھی کہ خاندان کے لوگ اسے کسی شمار میں شمار نہ کرتے تھے۔ وہ سب کی نگاہوں میں ایک بیکار وجود تھا۔ جو خاندانی روایات کے لحاظ سے دنیاداری کے لئے قطعاً موزوں نہ تھا۔ وہ ایک ایسے گاؤں میں پیدا ہوا۔ جس کا تعلق کسی بڑے شہر سے نہ تھا۔ اور جس میں کوئی چیز ایسی جاذب نہ تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ اس طرف آئیں۔ اور قوت لایموت پیدا کرنے کے لئے وہاں کوئی روزگار نہ تھا۔ یہ بستی حالات حاضرہ کے لحاظ سے اگر وادی غیر ذی زرع کی مثیل قرار دی جائے۔ تو کوئی بعید نہ ہوگا۔

آپ کی پیدائش ایسے حالات میں ہوئی۔ جب کہ سکھوں کی حکومت پنجاب میں قائم تھی۔ اور جبر و استبداد کا سخت دور دورہ تھا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کو سختی سے دبایا جا رہا تھا۔

آپ کے اس عالم وجود میں آنے کے ساتھ ہی دنیا پر یہ لطف و کرم ہوا۔ کہ وہ سختی جاتی رہی۔ اور دنیا ایک جدید دور میں داخل ہو گئی۔ یہ دور مذہبی آزادی اور کاروبار کی آزادی کے لئے ایک دور خسروی تھا۔ آپ کی ابتدائی زندگی ایسی تھی۔ کہ آپ نے والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل میں کچھ خاندانی کاموں میں کچھ بعض قسم کی ملازمتوں میں وقت گذارا۔ لیکن یہ سب چیزیں آپ کے لئے کوئی سامان مسرت پیدا نہ کرتی تھیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک تنگی اور پریشانی پائی جاتی تھی۔ کہ میرا وقت عزیز ضائع ہو رہا ہے۔ ان کو ان کاموں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ چنانچہ مورخین سلسلہ نے لکھا ہے۔ کہ وہ ایک دفعہ اپنے والد صاحب کے حکم سے ایک مقدمہ میں لڑ رہے تھے۔ جو اپنی خاندانی حقوق کے متعلق تھا۔ اس مقدمہ میں بالاخر ناکامی ہوئی۔ تو آپ کو اس سے خوشی ہوئی۔ کہ اب اس غرض سے پھر نہ آنا پڑے گا۔

ایک دنیادار کے لئے مقدمات میں شکست بہت بڑے ہم و غم کا باعث ہوتی ہے۔ مگر آپ کے لئے یہ شکست باعث خوشی اور مسرت ہوئی۔ کہ اب وقت ضائع ہونے سے بچے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس دنیا میں جس میں لوگ رہتے تھے نہ رہتے تھے۔ بلکہ ان کی ایک اور دنیا تھی۔ جو اس دنیا سے بالکل الگ تھی۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ جبکہ آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ ایک جدید دنیا آباد کرنا چاہتا تھا۔ وہ دنیا اس دنیا سے بالکل الگ تھی۔

خدا نے اسے فرمایا۔ کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء

ہے۔ اور تو ہی پہلوان رب جلیل ہے۔ تو اٹھ اور اسلام کی اصلاح کے لئے کام کر۔ مگر اس وقت حالت جس قدر نازک ہے۔ اس پر آپ نے اس سوز و غم کا خود یوں اظہار فرمایا۔

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بنتا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار

کس کے آگے ہم کہیں اس درد دل کا ماجرا
ان کو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار

کیا کہوں کیوں کر گردوں میں اپنی چال زیر و زبر
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار

اس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضل حق کے معجزات
دیکھنے سے جن کی شیطان بھی ہے دلفگار

پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
دیکھ کر سو سو نشاں پھر بھی ہے توہین کاروبار

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ میرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچے میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
تا نہ ہو خوش دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابر یاس اور رات ہے تاریک و تار

ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار

کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر اب بنتی نہیں
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ میرے اے ناخدا
آ گیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بہار

نور دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار

جس کو ہم نے قطرہ صافی تھا سمجھا اور تقی
غور سے دیکھا تو پائے اس میں کیڑے صد ہزار

دور ہیں معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اس وبا نے کھا لئے ہر شاخ ایماں کے ثمار

اے خدا بن تیرے ہو یہ آبپاشی کس طرح
جل گیا ہے باغ تقویٰ دیں کی ہے اب اک مزار

ان اشعار سے جو سوز جو درد اور جو تڑپ آپ کے سینے میں نظر آتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ درد کا ایک آتش افشاں پہاڑ ہے۔ اک جوالا مکھی ہے۔ جو پھٹا پڑتا ہے۔

مگر ساتھ ہی اس حالت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ جس حالت تک اسلام پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ درج

جل گیا ہے باغ تقویٰ دین کی ہے اب اک مزار

سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ طبیب جو اس حالت کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دین کی حالت اک مزار سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا تھا۔

آپ نے اسی پر بس نہیں فرمائی۔ بلکہ اسلام کی اس حالت پر متعدد مرثیے لکھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف در چشمے کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

اے خداوندان نعمت ایں چنیں غفلت چرا ست
بے خود از خواب اید یا خود بخت دیں بیدار نیست

اے مسلماناں خدارا ایک نظر بر حال دین
آنچہ مے بینم بلا یا حاجت اظہار نیست

آتش افتاد است در در ننقش بجز بد اے بلاں
دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

ہر زماں از بہر دیں در خون دل من مے تپد
محرم ایں درد را جز عالم اسرار نیست

آنچہ بر ما مے رود از غم کہ داند جز خدا
زہر صد نوشیم لیکن زہرہ گفتار نیست

کسے غم خواری اہل اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

خون دیں بینم رواں چوں کشتگان کربلا
اے عجب ایں مرداں راہر آں داد ار نیست

(در ثمین فارسی)

اسی پر بس نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کی ایک ایک کمزوری کو گنوایا۔ اور نام لے لے کر بتلایا۔ کہ قوم تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ چنانچہ فرمایا ؎

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد اور گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس وہ شوق وہ وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی

مروت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوان تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے اک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بدل گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں اب وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ اثر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے
اس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

اسی طرح اپنی کتابوں میں نظم و نثر میں اسلام کی حالت کا وہ نقشہ کھینچا ہے۔ جس سے اس نازک حالت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسلام اپنے اثرات سے ایک مردہ مذہب نظر آ رہا ہے۔ اور مسلمان ایک مردہ قوم۔ اسی مضمون کو آپ نے اپنی کتابوں میں نہایت بسط سے لکھا ہے۔ ساری کتابوں اور ساری تقریروں کو اس جگہ جمع نہیں کیا جا سکتا۔ گو چند ایک مزید حوالے یہاں درج کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ چنانچہ خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:۔

"پس افسوس اور کمال افسوس ہے۔ کہ اکثر لوگ ان پوشیدہ نکتوں کو نہیں سمجھتے۔ اور اس وصیت کی پیروی نہیں کرتے۔ اور ان کے نزدیک عید کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں۔ کہ غسل کریں۔ اور نئے کپڑے پہنیں۔ اور طعام کو سارے منہ کے ساتھ اور دانتوں کے کناروں سے چبا دیں۔ خود اور ان کے اہل و عیال اور نوکر اور غلام۔ اور پھر آرائش کے ساتھ نماز عید کے لئے باہر نکلیں۔ جیسے بڑے رئیس ہوتے ہیں۔ اور تو دیکھتا ہے کہ اچھے کھانوں کی اس دن ان کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ اور ایسا ہی اچھے اور نفیس پوشاکوں میں انتہائی مرتبہ ان کی جامہ دری کا ہے۔ تا قوم کو دکھلائیں۔ اور نہیں جانتے۔ کہ قربانی کیا چیز ہے اور کس غرض کے لئے بکریاں اور گائیاں ذبح کی جاتی ہیں۔ اور ان کے نزدیک ان کی عید فجر سے لے کر عشاء کے وقت تک محض اس لئے ہے۔ کہ خوب کھایا جائے۔ اور پیا جائے۔ اور عیش خوشگوار اور عمدہ لباس پہنا جائے۔ اور چالاک گھوڑوں پر سواری کی جائے۔ اور گوشت تازہ کھایا جائے اور اس دن ان کا کام بجز اس کے تو نہیں دیکھے گا۔ کہ نرم اور ملائم کپڑے پہنیں۔ اور بالوں کو کنگھی کریں۔ اور آنکھوں کو سرمہ لگائیں۔ اور پوشاک پر عطر ملیں۔ اور اپنے طرّے اور زلفیں خوب صاف کریں۔ جیسا کہ زینت کرنے والی عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اور پھر مرغی کی طرح جو دانہ پر منقار مارتی ہے۔ چند دفعہ نماز کے لئے حرکت کریں۔ ایسی حرکت کہ جو اس کے ساتھ کچھ بھی حصہ حضور نہ ہو۔ اور وسوسے بکثرت ہوں۔ اور دل میں پراگندگی ہو۔ اور پھر طرح طرح کی غذاؤں کی طرف جھک جائیں۔ اور طرح طرح کے کھانوں کی طرف۔ اور چارپایوں کی طرح۔ طرح طرح کی نعمتوں سے پیٹ بھر لیں۔ اور لہو و لعب کی طرف میل کریں۔ اور باطل کاموں کی طرف متوجہ ہوں۔ اور شہوت کی چراگاہوں میں اپنے نفسوں کو چھوڑ دیں۔ اور گھوڑوں پر اور بیلوں پر اور اونٹوں پر اور اونٹنیوں پر اور خچروں پر اور لوگوں کی گردنوں پر سواری کریں کسی قسم کی زینتوں کے ساتھ۔ اور تمام دن بیہودہ باتوں میں ضائع کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو گوشت بھیجنے کا تحفہ اور باہم فخر کرنا۔ گائے کے گوشت اور بکروں کے گوشت کے ساتھ اور خوشیاں اور رنگا رنگ کی شادیاں اور نفس کی کششیں اور سرکشیاں اور ہنسی اور قہقہہ مار کر ہنسنا۔ پچھلے دانتوں کے نکلنے سے اور اگلے دو دانتوں کے نکلنے سے۔ اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف۔ اور ان کو اور ان کا بوسہ اور گلے لپٹانا اور بوڑھوں کے ان کا جلسے کمربند۔ پس ہم اسلام کی مصیبتوں پر انا للہ پڑھتے ہیں۔ اور تیز دنوں کی گردش پر دل مر گئے۔ اور گناہ بہت ہو گئے۔" (ترجمہ از عربی)

پھر فرمایا:۔

"ترسم کہ بکعبہ چوں روی اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است"

آج کل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے اپنے فرائض کے ادا کرنے اور اخوت اسلامی کے بجالانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور بے پرواہی اور غفلت کر رکھی ہے۔ کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے ان کو پہنچا دیا ہے۔ اور افراط و تفریط کی بے جا حرکات نے اصل مقصود سے انہیں بہت دور ڈال دیا ہے۔ جبر نفسانی غرض سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے۔ کہ ان کا بے اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائے گا۔ اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کا موجب ہوں گے۔ بلکہ یہ بھی یقیناً خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی دن ایسا ہی ان کا حال رہا۔ تو ان کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچے گا۔ اور ان کے ذریعے سے بیرونی مخالف بہت سا موقعہ نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے آج کل بعض علماء پر ایک یہ بھی افسوس ہے۔ کہ وہ اپنے بھائیوں پر اعتراض کرنے میں بڑی عجلت کرتے ہیں۔ اور قبل اس کے جو اپنے پاس علم صحیح قطعی موجود ہو اپنے بھائی پر حملہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر طیار نہ ہوں۔ بباعث غلبہ نفسانیت یہ بھی تو مد نظر ہوتا ہے۔ کہ کسی طرح ایک مسلمان کو کہ جو مقابل پر نظر آتا ہے نابود کیا جائے۔ اور اسے شکست اور ذلت اور رسوائی پہنچے۔ اور ہماری فتح اور فضیلت ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بات بات میں ان کو فضول جھگڑے کرنے پڑتے ہیں۔ خدا نے یکلخت ان سے عجز اور فروتنی اور حسن ظنی اور محبت برادرانہ کو اٹھا لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔" (براہین احمدیہ حصہ سوم الف)

علمائے اسلام کی حالت

علمائے اسلام کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"مگر افسوس کہ ہمارے اکثر علماء جن کی نادانی اور جہل رحم کے قابل ہے۔ وہ بالکل اس طوفان بے تمیزی سے بیخبر ہیں۔ اور زیادہ تر مجھے افسوس اس وقت ہوتا ہے۔ کہ جب میں دیکھتا ہوں۔ کہ باوجود اس لاپرواہی اور بے خبری کے اور سرد مہری کے جو اسلام کی نسبت یہ فرقہ رکھتا ہے۔ ان کے سچے تقویٰ اور راستبازی میں بہت فرق آگیا ہے۔ اور نیک ظنی اور متانت اور استقامت اور بلند ہمتی اور وسعت اخلاقی اور ہمدردی اسلام و مسلمین و بنی نوع گویا ان کے دلوں سے بکلی اٹھ گئی ہے۔ اور فضائل حمیدہ عفو و احسان و اخلاص و مصالحت گویا ان کے صحن سینہ سے محو ہو گئے ہیں۔ اکثر تو ایسے ہیں۔ کہ جن کی طبیعتوں پر شر انگیزی کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں۔ مگر شر سے باہر نکلنے اور صلح جوئی کا ایک بھی نہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ کمال تکبر اور کثرت غفلت کی وجہ سے ان کی روحانیت نہایت کمزور ہو گئی ہے۔ دنیا کی طرف اور اس کی جاہ وغیرہ کی طرف انہیں ایک کشش ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے قبض ہے۔ اس کا یہی سبب ہے۔ کہ وہ اس وحی کے منشا سے دور جا پڑے ہیں کہ جو دلوں کو صاف کرنے والی اور اندرونی غلاظتوں کو دھونے والی ہے۔ وہ کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔ اور دکھلاتے ہیں پر خود چلتے نہیں اس لئے خدا نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ اور ان کے فہم و سمجھ کو موٹا کر دیا۔ کیونکہ یہ سنت اللہ ہے۔ کہ جب تک کوئی بار بار احتیاط کے ساتھ اعمال صالحہ بجا نہ لاوے۔ تب تک باریک بھید اس کے دل کو عطا نہیں کئے جاتے۔

پھر فرمایا:۔

"لیکن درحقیقت یہ تمام گناہ علماء کی گردن پر ہے جو بیہودہ جھگڑوں میں اپنے وقتوں کو کھوتے ہیں۔ اور خلق اللہ کی سچی ہمدردی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیا وہ یہودیوں سے اپنی ظاہر پرستی۔ اپنی دنیاداری۔ اپنی ریاکاری۔ اپنی ہوس بازی۔ اپنی فتنہ پردازی اپنی سخن سازی میں کچھ کم ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب صفات ان میں کچھ بڑھکر ہیں۔ جن کو وہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ غیروں سے چھپاتے ہیں۔ وہ راستی سے نفرت اور ناراستی سے محبت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ چاہتے ہیں۔ کہ اوروں کو بھی اس گڑھے میں دھکیل دیں۔ جس میں وہ آپ گرے ہوئے ہیں۔ وہ فطرتی بدبختی کی وجہ سے مذہب کی بیرونی صورت اور شریعت کی ادنیٰ جزئیات میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور اسلام کے حقائق عالیہ اور معارف دقیقہ کو چھونا نہیں چاہتے۔ اور نہ ان اسرار اور نکات سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں جیسے ہوا ایک چشمہ کے مجرا میں بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اور اس کے لحظہ بہ لحظہ اوپر کو چڑھنے سے وہ چشمہ اچھلتا ہے۔ ایسے ہی ان کے چشمہ فطرت کا حال ہے۔ کہ تعصب کی ہواؤں اور بخارات سے ان کا گندہ چشمہ آج کل بڑے جوش کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے جس کو وہ مدت سے مخفی طور پر رکھتے تھے۔ رب ارحم۔ رب ارحم۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص [illegible])

صوفیاء [illegible] حالت

فرمایا:۔

"[illegible] حال علماء کا ہے مگر [illegible] کہ ہمارے فقراء بھی [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible]

[illegible] کردیں۔ کہ جن کا شرع شریف میں کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا۔ اور ایسے بیہودہ رسوم اور خیالات میں گرفتار ہیں کہ جن کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ بعض تو ہندوؤں کے جوگیوں کی طرح اور قریب قریب ان کی ایک خاص طور کی وضع اور پوشاک میں عمر بسر کرتے ہیں۔ اور نہایت ہی بیجا اور وحشیانہ ریاضتوں میں جو مسنون طریقوں سے کوسوں دور ہیں۔ اپنی عمر کو ضائع کر رہے ہیں۔ ان کے چہروں کو دیکھنے سے ایسے آثار قہر الٰہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ایسی منحوس شکل دکھائی دیتے ہیں۔ کہ شاید عالم سفلی میں اس سے زیادہ بدبختی پر دلالت کرنے والی اور کوئی شکل نہ ہو۔

اکثر فقراء میں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جن کو اپنے دلوں میں ایک کمال خیال کرتے ہیں۔ اور اس بات کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ کہ گویا انہوں نے ایک بہت سا حصہ سلوک کا طے کر لیا ہے۔ مگر دراصل وہ باتیں صرف جاہلانہ خیالات اور وحشیانہ حرکات ہیں۔ اور سچے معارف سے ایسی دور ہیں کہ جیسے تیز دھوپ کے وقت بادل دنیا سے دور ہوتا ہے۔ یہ لوگ دینی خدمت کچھ بھی بجا نہیں لا سکتے۔ اور سستی اور تضیع اوقات اور بے قیدی اور آرام طلبی اور مردہ طبعی اور لاف زنی کی زندگی کا ایک قوی نشان پر معلوم ہوتا ہے۔ جس میں وہ اپنی ساری عمر کھو دیتے ہیں۔ اور اس بات میں وہ بڑے لاچار اور عاجز پائے گئے ہیں۔ کہ اپنی کسی عادت کو جو خلاف شرع شریف ہو بلکہ مخالف انسانیت ہو بدل سکیں۔ کئی لوگ فقیری کے بھیس میں ایسے پھرتے ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنے خراب ارادوں کی تحریک سے عمداً اسلام کی پاکیزہ راہوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس قدر نہایت ذلیل اور قابل شرم کاموں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کہ مجھے شک ہے۔ کہ شیطان باوجود بہت سی اپنی بدنامیوں کے ان کے برابر ہے یا نہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۴۸ و ۲۴۹)

پھر فرمایا:۔

"اے بھائیو۔ خدا تم میں اور تمہارے لئے اور تم پر برکت نازل کرے۔ تمہیں معلوم ہو۔ کہ ہمارے اس زمانہ کا فساد انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اور شرک اور بدکاریوں اور بے ایمانیوں نے بہتوں کے منہ کو سیاہ کر دیا ہے۔ اور ہلاک کرنے والے فتنے اور بیخ کنی کرنے والی بدعتیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ان کا پے در پے آنا کم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو موت نے گھیر لیا۔ جو احمق اور موٹی عقل والے اور الٰہی تعلیموں سے غافل تھے۔ اور تم دیکھ رہے ہو۔ کہ ان دنوں میں کیسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں۔ اور کیسی ہر ایک طرف سے شرارتیں برانگیختہ ہو کر موسلا بارش کی طرح اسلام پر گر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک دل میں دنیا کی محبت اور شہوات گھر کر گئیں۔ اور ان سے کوئی نہیں بچ سکا۔ بجز اس کے کہ جس کو خدا کے رحم نے بچا لیا۔ جس پر رحم ہوا۔ وہ رحم اور فضل الٰہی کے ساتھ ان تمام بلاؤں سے باہر نکل آیا۔ اور تم دیکھ رہے ہو۔ کہ کیسی عام لوگوں کی ہوا نکل گئی۔ اور ان میں نااتفاقی اور تفرقہ پیدا ہو گیا۔ اور وہ ٹڈیوں کی طرح الگ الگ جا پڑے۔ اور ان کے بے راہ نفسوں نے خودرو گھوڑوں کی طرح توسن شروع کئے۔ اور پرہیزگاروں اور مومنوں کی نصیحتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔"

(نور الحق ص [illegible])

پیروں اور سجادہ نشینوں کی حالت

فرمایا:۔

"اور وہ لوگ جو پیر زادے اور سجادہ نشین کہلاتے ہیں۔ اکثر لوگوں [illegible] ہیں ان میں سے بد عملی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف نہیں۔ بلکہ اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اور اکثر ان میں سے بڑے چالاک اور دین فروش ہوتے ہیں۔ اور طرح طرح کے مکر اور فریب کر کے دنیا کو کماتے ہیں۔ اور ان فریبوں کو اپنی کرامات قرار دیتے ہیں۔ اور جو کچھ اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں۔ وہ ایسے امور ہیں۔ جو کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے بالکل مخالف ہیں۔ اور اکثر ان کے ایسے جاہل ہیں۔ جو کتاب اللہ کے معنی بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اور ان کے ورد و وظائف عجیب قسم کے ہیں۔ کہ نہ ان کا کتاب اللہ سے پتہ ملتا ہے۔ اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور مال جمع کرنے اور اپنی دنیا کے فراہم کرنے میں دن رات مصروف رہتے ہیں۔ اور اگر ان کی کوئی غلطی ان پر ظاہر کی جائے۔ تو سخت کینہ دل میں پیدا کرتے ہیں۔ اگر ممکن ہو۔ تو ایسے آدمی کو ہلاک کرنے تک سے بھی فرق نہیں کرتے۔ اور بعض فقراء صالح اور رشید بھی ہیں مگر وہ تھوڑے ہیں۔"

(چشمہ معرفت ص ۳۱۱)

عام مسلمانوں کی حالت

فرمایا:۔

"اور چونکہ ہمارا زمانہ وہ زمانہ ہے۔ جس میں اسلام کے باغ کو بڑے بڑے صدمات پہنچے ہیں۔ اور کیا اندرونی طور پر اور کیا بیرونی طور پر اسلام انواع و اقسام کے حوادث سے آفت رسیدہ ہو گیا۔ اور اندرونی طور پر تو کئی بوٹے خشک ہو کر جڑھ سے اکھڑ گئے ہیں۔ یعنی جو لوگ اسلام کے مدعی تھے۔ محض ان کی زبان پر اسلام رہ گیا۔ اور حقیقت اسلام کی ان کے دلوں سے مفقود ہو چکی ہے۔ اور شکوک و شبہات سے اکثر سینے بھر گئے۔ بعض لوگ تو مسلمان کہلا کر خدا کے وجود کے بھی قائل نہیں۔ اور بعض نے نیچریت کا جامہ پہن لیا ہے۔ یعنی طبیعیوں اور فلسفیوں کا لباس پہن کر خدا تعالیٰ کی خارق عادت قدرتوں سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔ اور بے قیدی اور آزادی کے طور پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور نماز روزہ اور حج زکوٰۃ پر ٹھٹھا مارتے ہیں۔ اور بہشت دوزخ پر بھی ہنسی کرتے ہیں۔ اور ملائک اور جنات کے قطعاً منکر ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ وہ اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح اسلام میں تغیر و تبدل کر کے اپنی طرف سے ایک نیا اسلام بنایا جاوے۔ جس میں تکالیف شرعیہ سے کھلی آزادی ہو۔ اور وضو اور غسل کبھی نہ کرنا پڑے۔ اور شراب وغیرہ محرمات کا بھی فتویٰ دیا جائے۔ اور اسلامی پردہ کی رسم بھی اٹھائی جائے۔ اور آہستہ آہستہ دین اسلام میں فسق و فجور کا دروازہ کھولا جائے۔ نمازوں کا پڑھنا اور عبادت کرنا اور خدا کی راہ میں مجاہدات بجا لانا۔ یہ تمام احکام منسوخ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ میرے خیال میں اس ملک میں کئی لاکھ ایسے آدمی ہوں گے۔ کہ جو اس قسم کے ہوں گے۔ جن میں سے بعض تو سید احمد خاں کے پیرو اور بعض اس سے بھی کئی قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور درحقیقت یہ لوگ اسلام کا جوا اپنی گردن پر سے اتار چکے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ اسلام سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر چونکہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اس لئے ابھی نام مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔ مگر [illegible] اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔"

(چشمہ معرفت ص [illegible])

"اور ایک [illegible] ایسا نکلا ہے۔ کہ جو [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] اور تمام احادیث [illegible] صلی اللہ [illegible] فہم قرآن [illegible]

ہیں دوسروں سے بڑھکر ہیں۔ اور یہ فرقہ بھی پنجاب میں کسی قدر پھیل گیا ہے۔ ماسوا ان کے عوام الناس میں جس قدر بد رسمیں پھیلی ہوئی ہیں۔ جو مخلوق پرستی تک پہنچ گئی ہیں۔ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعض پیر پرستی میں اس قدر حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ جو اپنے پیروں کو معبود قرار دے دیا ہے۔ بعض قبروں کی نسبت اس قدر غلو رکھتے ہیں کہ قریب ہے۔ کہ ان قبروں کو ہی اپنا خدا تصور کرلیں۔ بلکہ کئی لوگ قبروں پر سجدہ کرتے دیکھے گئے ہیں۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱)

امراء اسلام کی حالت

فرمایا:۔

"اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے۔ وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوئے اگر ایک غریب ان کو السلام علیکم کہے۔ تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بے باکی کی حرکت خیال کرتے ہیں حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسر شان نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے۔ سلامت رہنے کے لئے ایک دعا ہے متغیر کرکے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے۔ کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۲)

الغرض

اس طرح آپ نے مسلمانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا اور بتایا کہ مسلمان قوم میں

ظھر الفساد فی البر و البحر

کی مصداق ہو چکی ہے۔ ان کے بڑے ان کے چھوٹے۔ ان کے امیر اور فقیر۔ علماء اور جہال۔ بادشاہ اور رعایا سب کے سب دین سے منحرف ہو چکے ہیں۔ اور تو اور اسلام جو خالص توحید کا مذہب تھا۔ اس میں مسلمانوں نے شرک کی راہیں اختیار کرلیں۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھتا اور خاموش رہتا۔ اگر یہ ممکن ہو سکتا۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی عبودیت کی راہوں سے ہٹنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتا۔ تو اس کے صاف یہ معنی تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نظام روحانیت کو اپنے ہاتھ سے منسوخ کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کا اس عالم کو پیدا کرنے کا اگر کوئی منشاء تھا۔ تو یہی تھا کہ انسان کو اپنی عبودیت تامہ کے مقام پر کھڑا کرکے اپنا خلیفہ بنائے اس لئے ایک مسلمان کا ماٹو

تخلقوا باخلاق اللہ

ہیں رکھ دیا۔

پس یہ ناممکن تھا کہ خدا تعالیٰ دنیا میں گمراہی ضلالت اور شرک کو پھیلنے دیتا۔ اور اپنے بندوں کے بچانے کی کوئی صورت نہ پیدا کرتا۔ پس تو یہاں تک بھی جرأت کروں گا۔ کہ اگر خدا تعالیٰ اس وقت خاموش رہتا۔ تو خود اس کی خدائی بھی خطرے میں تھی۔ اس لئے کہ دنیا جو لوگ پیدا کر رہا ہے وہ فاجر اور فاسق تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنا رحمے سے اوروں سے پوشیدہ کر دیا تھا۔

اور دہریت کا چرچا عام ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس زمانہ کے دہریہ لوگ انجمنیں اور سوسائٹیاں بناکر کتابیں دینے اور کتابیں شائع کرتے۔ تاکہ لوگوں کو آستانہ الہی کے سامنے

گرنے سے روک سکیں۔ اور ان کی حالت حضرت نوح کے اس قول کے مطابق تھی۔

انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا

وہ خدا کے بندوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ اور ان کی نسل میں فاجر اور کفار پیدا ہو رہے تھے۔ دوسری طرف عیسائیت کی طرف سے ایک سخت مشرکانہ عقیدہ کی تلقین ہو رہی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ یہ ایسا ناپسندیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ کہ

تکاد السموٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا۔ (سورہ مریم)

یہ ایسا عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ قریب ہے۔ کہ کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ جائے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھتا اور خاموش رہتا۔

پس خدا تعالیٰ کی وحدانیت۔ انبیاء کی عصمت۔ اسلام کی سچائی۔ قرآن کریم کی سچائی۔ عقائد و اعمال کی اصلاح یہ سب چیزیں خطرے میں پڑ چکی تھیں۔ اس لئے ان سب کی حفاظت۔ عزت اور سچائی کا تقاضا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ دنیا میں ایک ایسے انسان کو مبعوث فرماتا۔ جو کہ سارے انبیاء کے حلے میں ملبوس ہو کر آتا تھا۔ کہ دنیا کی اصلاح ہو۔ اور اسے پھر خدا تعالیٰ کی عبودیت کے مقام پر کھڑا کیا جائے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

کے مقصد کی تکمیل ہو سکے۔ اس لئے اس زمانے میں ایک راستباز کا ظہور ساری سچائیوں کی سچائی کی دلیل تھا۔ ورنہ ابتدائے آفرینش سے لے کر بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات سے لے کر ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی سچائی دنیا کی نگاہ میں جھوٹ ٹھہر جاتی۔ اور ان کے ماننے کے لئے ہمارے پاس کوئی علمی اور عقلی اور روحانی دلیل نہ ہوتی۔ اور دنیا مجبور ہو جاتی۔ کہ وہ ساری سچائیوں کا انکار کر دے۔ اور اس طرح ایک ایسا اندھیرا دنیا میں چھا جاتا۔ کہ جس کی مثال نہ مل سکتی۔ پس خدا تعالیٰ کی غیرت اسے کیسے منظور کر لیتی۔ کہ وہ راستبازی کو مٹ جانے دے۔ اور اپنی مخلوق کو ظلمت کے سمندر میں غرق ہو جانے دے اور وہ خود اپنے عمل سے یہ ثابت کر دے۔ کہ یہ روحانیت کے دعوے سب غلط ہیں۔ اور وہ خود ہی اپنے بندوں کو عبودیت کے دائرے سے نکلنے کے سامان پیدا کر دے۔ یہ ناممکن اور بالکل ناممکن ہے۔ چنانچہ ان سب حالات کو دیکھکر خدا تعالیٰ نے اس راستباز کو برپا کیا۔ جو ساری سچائیوں کا مینار تھا۔ اور جو سارے نبیوں کے لباس میں ملبوس تھا۔ خدا نے اسے جری اللہ فی حلل الانبیاء کہا۔ چنانچہ آپ نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا:۔

"اس زمانہ میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ خدا نے مجھے اصلاح کرنے کے لئے مامور کر کے بھیجا ہے اور میرے ہاتھ پر وہ نشان دکھلائے۔ کہ اگر ان پر ایسے لوگوں کو اطلاع ہو۔ جن کی طبیعتیں تعصب سے پاک اور دلوں میں خدا کا خوف ہے۔ اور عقل سلیم سے کام لینے والے ہیں۔ تو وہ ان نشانوں سے اسلام کی حقیقت بخوبی شناخت کر لیں۔ وہ نشان ایک دو نہیں۔ بلکہ ہزار ہا نشان ہیں۔ جن میں سے بعض ہم اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھ چکے ہیں۔ جب سنہ ہجری کی تیرھویں صدی ختم ہو چکی۔ تو خدا نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے اپنی طرف سے مامور کرکے بھیجا۔ اور آدم سے لے کر آخر تک جس قدر نبی گذر چکے ہیں۔ سب کے نام میرے نام رکھ دیئے۔ اور سب سے آخری نام میرا عیسےٰ موعود اور احمد اور محمد مہدی رکھا اور دونوں ناموں کے ساتھ بار بار مجھ کو مخاطب کیا۔ اور ان دونوں

ناموں کو دوسرے لفظوں میں مسیح اور مہدی کرکے بیان کیا گیا"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۳)

پھر فرمایا:۔

"اے دانشمندو۔ تم اس سے تعجب مت کرو۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی۔ اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعت نور خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادے سے دنیا میں بھیجا۔

تعجب تو اس بات میں ہوتا۔ کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے۔ جس نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہوں گا۔ اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دوں گا۔ وہ اس تاریکی کو دیکھکر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا۔ جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر تعجب کی جگہ تھی۔ تو یہ تھی۔ کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی۔ جس میں فرمایا تھا۔ کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک ایسا بندہ پیدا کرتا رہے گا۔ کہ جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ سو تعجب کا مقام نہیں۔ بلکہ ہزار ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھنے کا وقت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا۔ اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پوری کرکے دکھلایا۔ بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔ اور اگر تم ایماندار ہو۔ تو شکر کرو۔ اور شکر کے سجدات بجا لاؤ۔ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے۔ اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔

میں اس کو بار بار بیان کروں گا۔

اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا۔ کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا۔ تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔

میں اس طرح بھیجا گیا ہوں۔ جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا۔ جس کی روح ہیرودیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لئے آیا۔ جس کے حق میں ہے۔

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔

تو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اول کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا۔ ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل مسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم پاکر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی۔ یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا۔ اور وہ اترنا روحانی طور پر تھا۔ جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا۔ اور سب باتوں میں اسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اترا۔ جو مسیح ابن مریم کے اترنے کا زمانہ تھا۔ تا سمجھنے والوں کے لئے ایک نشان ہو۔ [illegible] کے زمانہ [illegible] سے انکار کرنے والے [illegible] نا حدود [illegible] سے لڑے وقت نہ ٹھہر سکے۔ دنیا کے لوگ جو

تاریک خیالی اور اپنے پرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں۔ وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے۔ جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔

دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔

یہ انسان کی بات نہیں۔ خدا تعالےٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے۔ اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اترے گی۔ اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں وہ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم بہ قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی۔ اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائیگی۔ اور ہر ایک حق پوش دجّال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتے۔ حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائیگا۔ اور سچائی کی فتح ہوگی۔ اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا۔ جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھیگا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔" (فتح اسلام صفحہ ۱۰ تا ۱۱)

پھر فرمایا:۔

"فعند هذه الليلة الليلاء و ظلمات الهوجاء اقتضى رحم الله نور السماء۔ فانا ذالك النور والمجدد المأمور والعبد المنصور والمهدي المعهود والمسيح الموعود وانى نزلت بمنزلة من ربي لا يعلمها احد من الناس۔ وان سرّي اخفى وانأى من اكثر اهل الله فضلا عن عامة الناس وان مقامي ابعد من ايدي الغواصين وصعودي ارفع من قياس القائسين۔ ... هذه اسرع من القلاص في مسالك رب الناس فلا تقيسوني باحد ولا احد بي ولا تهلكوا انفسكم بالريب والحماس۔ وانى لب لا قشر معه و روح لا جسد معه و شمس لا يحجبها دخان الشماس واطلبوا مثلي ولن تجدوه وان تطلبوه بالنبراس ولا فخر ولكن تحديث لنعمة الله الذي هو غارس لهذا الغراس وانى غسلت بماء النور و طهرت بعين القدس من الارساخ والادناس و سماني ربي احمد فاحمدوني ولا تشتموني ولا توصلوا امركم الى الابلاس۔"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰ تا ۲۱)

ترجمہ:۔ پس اس اندھیری رات کے وقت اور تند ہوا کی تاریکی کے وقت خدا رحیم نے تقاضا کیا۔ کہ آسمانی نور نازل ہو۔ سو میں وہ نور ہوں۔ اور وہ مجدد ہوں۔ کہ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے آیا ہے۔ اور بندہ مدد یافتہ ہوں۔ اور وہ مہدی ہوں جس کا آنا مقرر ہو چکا ہے۔ اور وہ مسیح ہوں جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ اور میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہؤا ہوں۔ جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے۔ اور میرا مقام غوطہ لگانے والوں کے ہاتھوں سے بہت دور ہے اور میری اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور یہ قدم میرا خدا تعالیٰ کی راہ میں تیز چلنے والی اونٹنیوں سے تیز تر ہے۔ پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو۔ اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ ہلاک مت کرو۔ اور میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں۔ اور ...

پھر فرمایا:۔

"اب وہ اس خدا کو کیا جواب دینگے۔ جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا ہے۔ مگر اُن کو تو کچھ پرواہ نہیں۔ آفتاب دوپہر کے نزدیک آگیا ہے۔ ابھی اُن کے نزدیک رات ہے۔ خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ مگر ابھی وہ بیابان میں رو رہے ہیں۔ اس کے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اس کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہیں"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۶)

پھر ایک اور جگہ فرمایا:۔

"سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل اور عنایت سے

امام الزمان میں ہوں

اور مجھ میں خدا تعالےٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں۔ اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ جس میں سے پندرہ برس گذر بھی گئے۔ اور ایسے وقت میں میں ظاہر ہؤا ہوں۔ کہ جبکہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر گئے تھے۔ اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا۔ ایسا ہی مسیح کے نزول کے بارے میں نہایت غلط خیال پھیل گئے تھے۔ اور اس عقیدے میں بھی اختلاف کا یہ حال تھا۔ کہ کوئی حضرت عیسیٰ کی حیات کا قائل تھا۔ اور کوئی موت کا۔ اور کوئی جسمانی نزول مانتا تھا۔ اور کوئی بروزی نزول کا معتقد تھا۔ اور کوئی دمشق میں ان کو اتار رہا تھا۔ اور کوئی مکہ میں۔ اور کوئی بیت المقدس اور کوئی اسلامی لشکر میں۔ اور کوئی خیال کرتا تھا کہ ہندوستان میں اتریں گے۔ پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے۔

سو وہ حکم میں ہوں۔

میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دُور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ان ہی دونو امروں نے تقاضا کیا۔ کہ میں بھیجا جاؤں۔ میرے لئے ضروری نہیں تھا کہ میں اپنی حقیقت کی کوئی دلیل پیش کروں۔ کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔ لیکن پھر بھی میری تائید میں خدا تعالےٰ نے کئی نشان ظاہر کئے"۔

(ضرورت الامام صفحہ ۲۴، ۲۵)

پھر فرمایا:۔

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ یورپ الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّ و وقار
آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
اے مکذب کوئی اس تکذیب کی ہے انتہا
کب تلک تو خوئے شیطاں کو کریگا اختیار
ملتِ احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بِنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار
دشمنو! ہم اس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس طرح آپ اس امر کی اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے اعلان کرتے رہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق مجھے بھیجا ہے۔ اور میں ان تمام نبیوں کے ناموں کو دیکر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں۔ میری آمد سارے نبیوں کی آمد ہے۔ اور میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا بڑا اہم کام تھا۔ جس کے لئے آپ کو مامور کیا گیا۔

یہ نہایت واضح بات ہے۔ کہ جب تک کسی نقصان کا صحیح اندازہ نہ ہو۔ اس وقت تک اس کی تلافی کرنے والے کے کام کی عظمت معلوم نہیں ہو سکتی۔ بیمار کی بیماری کی شدت کا جب تک صحیح علم نہ ہو۔ اس وقت طبیب کی محنت اور جانفشانی کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ پس اب جب کہ اسلام اور مسلمانوں کی حالت کا واضح ثبوت مل گیا۔ اور اس نقصان کا ایک وسیع نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچ گیا۔ تو اب اس امر کا اندازہ لگانا بالکل آسان ہو جائے گا۔ کہ کتنا شاندار کام ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ عمل میں آیا۔

توحید باریتعالیٰ کا قیام

آپ کا سب سے پہلا کام شرک کی بیخ کنی ہے مسلمان قوم جو خالص توحید کی ماننے والی تھی طرح طرح کے شرکوں میں مبتلا ہو گئی۔ اور ان کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ کہ انہوں نے خدا تعالےٰ سے اپنا منہ موڑ لیا۔ اس لئے آپ نے مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کے حقیقی چہرہ کو ظاہر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور شرک کا ایسا مقابلہ کیا۔ خدا تعالےٰ جسے لوگ یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ اپنی تجلیات کو ظاہر کرنے سے عاجز آچکا ہے۔ پھر پوری شان و شوکت کے ساتھ اس اندھیری دنیا پر چمکا۔ اور اس کے نور کی ضیاء پاشی ہونے لگی۔ آپ نے خدا تعالےٰ کے

متعلق وہ باتیں پیش کیں۔ جو لوگوں کے علم و عقل سے باہر ہو چکی تھیں۔ ہزار ہا سال سے دہریت کی رو میں بہ رہے تھے۔ اور خدا تعالےٰ کے وجود کو عقلمندوں کی ایجاد سمجھا جا رہا تھا۔ کہیں انسان پرستی ہو رہی تھی۔ اور کہیں حیوان پرستی۔ اور دنیا میں لاکھوں انسان رہتے تھے۔ جو قبروں۔ پتھروں۔ دریاؤں۔ چشموں پہاڑوں پر اعتقاد رکھتے تھے۔ مردوں اور عورتوں کے مخفی اعضاء کی پوجا بھی ہو رہی تھی۔ الغرض خدا کے سوا سب چیزوں کو پوجا جاتا تھا۔ اور یہ باتیں خود مسلمانوں میں بھی مختلف شکلوں میں آ چکی تھیں۔ گویا کہ ایک سورج تھا۔ جو دھوئیں کے بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ ایک خاص موتی تھا۔ جو مٹی میں دب گیا تھا۔ اور لوگ اس کی حقیقت سے نا آشنا ہو چکے تھے۔ چنانچہ اس کیفیت کو میں اس طور سے زیادہ وضاحت سے بیان کر سکوں گا۔ کہتے ہیں۔ کہ کسی بزرگ نے ایک جذامی کو بھوپال کے پل پر بھیک مانگتے دیکھا۔ جس کے جسم پر زخم تھے۔ اور زخموں سے پیپ رس رہی تھی۔ اور اس کے کپڑے بوسیدہ اور پھٹے ہوئے تھے۔ اس بزرگ نے اس فقیر سے پوچھا۔ کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا۔ کہ میں خدا ہوں۔ تب اس بزرگ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ میری یہ اصلی شکل تو نہیں۔ لیکن بھوپال کے لوگوں نے مجھے ایسا سمجھ رکھا ہے۔ پس خدا کا وجود لوگوں کی نگاہوں میں بالکل اس جذامی فقیر کی طرح سے ہو گیا تھا لیکن

جب یہ مرد جو تمام انبیاء کی قوتیں لے کر آیا تھا۔ اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا۔ تو اس نے پوری قوت سے اس جہالت کے خلاف جنگ کی۔ اور اس حد تک اپنے عرفان سے لوگوں کو سیراب کیا۔ کہ ان کی آنکھوں سے تمام پردے چاک کر دیئے اور تمام وہ دھند کے بادل جو اڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ تار تار کر دیئے۔ چنانچہ آپ نے خدا تعالیٰ کے متعلق جو ایمان لوگوں کو عطا فرمایا۔ اس کا اندازہ ذیل کی عبارتوں سے مل سکے گا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"کیا بد بخت وہ انسان ہے۔ جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا۔ اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔

اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے۔ جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں۔ اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں۔ کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں۔ تا کہ سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے۔ تو تم یقین سمجھو۔ کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے۔ اور خدا تعالےٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے۔ اور خدا اسے دیکھے گا۔ اور اس کے منصوبہ کو توڑ دے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے۔ کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قوتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا۔ کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔

ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے۔ تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو۔ کہ وہ ہر ایک قدم پر تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں۔ اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو۔ کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں۔ اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے۔ انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں۔ انہوں نے مردار پر دانت مارے اور خدا سے بہت دور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی۔ اور خنزیر کھایا۔ اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا۔ اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے۔ جس نے ان کے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دیئے ہیں۔ پس تم اس جذام سے ڈرو"

(کشتی نوح [illegible])

پھر دوسری جگہ فرمایا:۔

"دوم یہ کہ اللہ جل شانہٗ کے حسن و احسان پر اطلاع وافر پیدا کرے۔ کیونکہ کامل درجے کی محبت یا تو حسن کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ اور یا احسان کے ذریعے سے۔ اور اللہ جل شانہٗ کا حسن اس کی ذات اور صفات کی خوبیاں ہیں۔ اور خوبیاں یہ ہیں۔ کہ وہ خیر محض ہے۔ اور مبداء ہے جمیع فیضوں کا اور مصدر ہے تمام خیرات کا اور جامع ہے تمام کمالات کا اور مرجع ہے ہر ایک امر کا اور موجد ہے تمام وجودوں کا۔ اور علت العلل ہے ہر ایک مؤثر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہر ایک وقت اس کے قبضے میں ہے۔ اور واحد لاشریک ہے اپنی ذات اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور اپنے تمام کمالوں میں۔ اور ازلی اور ابدی اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ۔ بڑا ہی نیک اور بڑا ہی رحیم باوجود قدرت کاملہ سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں ایک دم کے رجوع میں بخشنے والا ہے۔ بڑا ہی حلیم اور بردبار اور پردہ پوش۔ کروڑوں نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو دیکھنے والا اور جلد نہ پکڑنے والا اگر اس کا روحانی جمال تمثیل کے طور پر ظاہر ہو۔ تو ہر ایک دل پروانہ کی طرح اس پر گرے۔ پر اس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا اور انہیں پر ظاہر کیا۔ جو صدق دل سے اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس نے ہر ایک خوبصورت چیز پر اپنے حسن کا پرتو ڈالا۔ اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ ستارے جو چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ یا خوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں۔ یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول۔ جو اپنے رنگ اور بو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ یہ سب درحقیقت ظلی طور پر اس حسن لازوال سے ایک ذرہ کے موافق حصہ لیتے ہیں۔ وہ حسن ظنی اور وہمی اور خیالی نہیں۔ بلکہ یقینی طور اور قطعی اور نہایت روشن ہے۔ جس کے تصور سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں۔ اور پاک دل اس طرف کھنچے جاتے ہیں"

(چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳)

پھر فرمایا:۔

"کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ تھا اس میں نشاں کچھ کچھ جمال یار کا

اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا" (درثمین)

الغرض

خدا تعالیٰ کی صفات اور اس کے حسن و احسان کے سینکڑوں نظارے دکھا کر ظلمتوں کے بادل دور کر دیئے۔ اور ان انسانوں کو جو غفلتوں کے لحافوں میں پڑے سو رہے تھے بیدار کر کے اس حسن ازلی سے روشناس کر دیا۔ اور اسی طرح سے ان تمام باطل معبودوں کی حقیقت کھول کر ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تمام وہ اعتراض جو ذات باری پر پڑتے تھے ان کے ایسے جواب دیئے۔ کہ دنیا لاجواب ہو گئی۔ اور تمام منکروں کو چیلنج پر چیلنج دیئے۔ کہ آؤ اور اگر اس روئے منور کو میرے ذریعے دیکھو۔ آؤ میں تم کو بتاؤں۔ کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے جو اپنی قدرت نمائی آج بھی ویسے دکھاتا ہے جیسے پہلے دکھاتا رہا ہے۔

چنانچہ فرمایا:۔

اے سونے والو جاگو کہ وقت بہار ہے
اب دیکھو آ کے در پہ ہمارے وہ یار ہے

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جدا

اس رخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدعا
جنت بھی ہے یہی کہ ملے یار آشنا

توحید کے قیام کیلئے کچھ اور جدوجہد

توحید کے قیام کے لئے آپ کو چار قوموں سے بڑی جنگیں کرنی پڑیں۔

پہلی جنگ عیسائی قوم سے

سب سے پہلی جنگ آپ کو عیسائی قوم سے لڑنی پڑی۔ جنہوں نے ایک انسان کو خدا بنا لیا تھا۔ اور اس کی خدائی منوانے کے لئے کروڑوں کروڑ روپیہ پانی کی طرح بہا دیا گیا تھا۔ لاکھوں مشنری دنیا کے ملکوں میں پھیل گئے۔ دنیا کی زبانوں میں انجیل کے ترجمے شائع کئے گئے۔ ہر ممکن طریق سے انسانوں کو اس جال میں پھنسانے کی سعی کی گئی۔ کتابوں کی یہ حالت۔ کہ کروڑوں تک ان کی فہرست پہنچ گئی۔ جو اسلام کے رد میں لکھی گئیں۔ اور کوئی منصوبہ اور کوئی انسانی تدبیر اور کوئی اعتراض ان کے دماغ اور ان کے ترکش میں باقی نہ رہا جو اسلام پر چلایا نہ گیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس زمانے میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی۔ اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے۔ اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا۔ کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانے میں مل سکتی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ تھوڑے ہی عرصے میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں۔ اور بڑے بڑے شریف خاندان کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ جہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے۔ وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے۔ اور اس قدر بد گوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں۔ اور شائع کی گئیں۔ کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے۔ کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے۔ اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں۔ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے۔ اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے۔ تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا۔ اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا۔ جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریمؐ کی گئی دکھا۔" (آئینہ کمالات اسلام)

اس طرح عیسائیت نے نہ صرف مسیح کو پرستش کا جذبہ لوگوں میں پیدا کیا۔ بلکہ اسلام پر بھی حملہ کئے۔ تب آپ نے دلائل اور براہین نیرہ سے ثابت کر دکھایا۔ کہ مسیح ایک پاک انسان تھا۔ اور وہ واقعہ صلیب سے بچکر فلسطین سے ہجرت کر کے ہندوستان میں آگیا۔ جہاں وہ طبعی موت سے فوت ہو گیا۔ اس طرح اس قصرِ مسیحیت کو جو ریت کی بنیادوں پر کھڑا تھا یکدم گرا دیا گیا مسیح کی موت مسیحی کیمپ میں ایک سنسنی خیز کھلبلی مچا دینے والی چیز تھی۔ جس سے کفارہ اور الوہیت مسیح کے بنیادی اصول ملیامیٹ ہو گئے۔ اس غرض کے لئے آپ نے شدید جدوجہد کی۔ کتابیں لکھیں۔ اشتہارات دیئے۔ پادریوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ مباحثات کئے۔ آتھم کی موت۔ الیگزینڈر ڈوئی کی ہلاکت۔ پگٹ کی ہلاکت۔ یہ ایسی چیزیں تھیں۔ جس نے قیامت تک کے لئے عیسائی دنیا کو اسلام کے سامنے جھکا دیا۔ اسی پر بس نہیں۔ اس سلسلہ میں عیسائیوں کے مایہ ناز مسئلے مسیح پر روح القدس کا نزول۔ احیاء موتیٰ۔ مسیح کی قوتِ تخلیق پر ایسی لاثانی چوٹیں لگائیں۔ کہ عیسائیت کے لئے دلائل کی دنیا میں زندہ رہنا مشکل ہو گیا۔ تحریف اناجیل پر ایسے یقینی ثبوت پیش کئے۔ کہ تمام عیسائی دنیا حیران رہ گئی۔ لاہور کے مشہور بشپ لیفرائے کو عیسائی مذہب اور اسلام کی سچائی پرکھنے کے لئے دعوت مناظرہ دی۔ جس پر بشپ لیفرائے نے انکار کر کے یہ ثابت کر دیا۔ کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

الغرض

اسی پر بس نہ کی۔ ان کو چیلنج پر چیلنج دیئے۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نشان دکھانے کے لئے بلایا۔ اور دنیا جہان کے پادریوں کو کہا۔ کہ آؤ خطرناک سے خطرناک بیماروں کو لے کر صرف دعا کے ذریعے ان کو اچھا کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ خدا تعالیٰ کس کی مدد کرتا ہے۔ اور پھر ان کو یوں للکارا:۔

عیسائیو! ادھر آؤ!!! ⁂ نور حق دیکھو راہ حق پاؤ!
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں ⁂ کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

پھر فرمایا:۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے" (درثمین)

اس طرح عیسائیت کو ہر میدان میں للکار کر اسے شکست دی جن کے دل تھے۔ انہوں نے محسوس کیا۔ اور جن کے کان تھے۔ انہوں نے سنا۔ اور آنکھوں والوں نے دیکھا۔ کہ انسان پرستوں کو کسی میدان میں کامیابی نہ ہوئی۔

آریہ سماج سے مقابلہ

ایک دوسرا میدان جو اس مذہبی دنیا میں آپ کو پیش کرنا پڑا۔ وہ آریہ سماج کا میدان تھا۔ آریہ سماج اگرچہ اسلامت کا مدعی تھا۔ کہ اس نے ہندوؤں میں توحید قائم کی ہے۔ مگر آریہ سماج خود ایک بت پرستی میں مبتلا تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ساتھ روح اور مادہ کو انادی یعنی ازلی ابدی مانتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی بہت سی صفات کے منکر تھے۔ اور اس کی کسی قوت اور شکتی کے قائل نہ تھے۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ میں قوت تخلیق نہیں وہ اپنے طور سے کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اس کارخانہ عالم کو چلانے کے لئے اسے تناسخ کے چکروں میں مخلوق کو جکڑنا پڑا۔ الغرض آریہ سماج نے اللہ تعالیٰ کی صورت ایسے مسخ طور پر دنیا کے سامنے پیش کی۔ جس سے ہزاروں۔ لاکھوں انسان گمراہی کے سمندر میں گر پڑے۔ چنانچہ ان کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا ؎

"اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلا ہو یار دخیالِ خراب میں
اے قوم آریہ تیرے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے یا تیری باتیں ہیں خواب میں
کیا وہ خدا جو ہے تیری جاں کا خدا نہیں
ایماں کی بُو نہیں تیرے ایسے جواب میں

جن مورکھوں کو کاموں پہ اس کے یقیں نہیں
پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں
قدرت سے اس قدیر کی انکار کرتے ہیں
بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں
دل میں نہیں کہ دیکھیں وہ اس پاک ذات کو
ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عذاب میں
ہم کو تو اے عزیز دکھا اپنا وہ جمال
کب تک وہ منہ رہے گا حجاب و نقاب میں
(درثمین)

ویدوں کی ناقص تعلیم کا اس طرح ذکر فرمایا۔ کہ ؎

"اور یہی وجہ ہے۔ کہ آخر کار وید کے ذریعہ سے مخلوق پرستی شروع ہو گئی۔ کیونکہ ہر جگہ اگنی اور وایو اور سورج اور چاند کو بطور معبود بیان کیا گیا ہے۔ آخر لوگوں نے ان چیزوں کو خدا ہی سمجھ لیا۔ اور فرض کر دہ کہ اگنی وغیرہ پر میشر کے نام ہی تھے۔ لیکن پھر بھی خدا کا یہ اسم اعظم کہ وہ ہر ایک مخلوق سے وراء الوراء مقام پر ہے۔ اور مصنوعات سے برتر و بلند ہے۔ وید میں بیان کیا گیا۔ پس اس وجہ سے یہ تمام باطل مذہب وید کے ذریعے سے پیدا ہو گئے۔ بلکہ وید بات بات میں مخلوق پرستی کی طرف کھینچتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو محدود ٹھہراتا ہے۔ چنانچہ یجروید ادھیائے نمبر ۳۱ منتر ۱۹ میں لکھا ہے کہ پرمیشر حمل کے اندر رہتا ہے۔ اور تولد ہو کر بہت سی صورتیں اور شکلیں ہو جاتا ہے۔ اور فاضل لوگ اس پرمیشر کو جو رحم میں رہتا ہے ہر طرف سے دیکھتے ہیں۔ اب دیکھو کہ وید نے پرمیشر کو کیسا محدود کر رکھا ہے۔ ہر ایک محدود چیز کا اس کو نام دیا گیا۔ اور بموجب بیان رگ وید کے سورج۔ اگنی۔ وایو سب پرمیشر ہی ہیں۔ اور پھر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جیسے پرمیشر رحم میں رہتا ہے۔ ویسا ہی وہ سورج کے سنہری پردے میں بھی رہتا ہے۔ جیسا کہ یجروید کے ایشن اپنشد منتر ۱۵ و ۱۶ اسے ظاہر ہے۔ اور ایسا ہی وہ ناف سے دس انگل کے فاصلے پر بھی ہے۔ جس سے ہندوؤں میں لنگ پوجا شروع ہو گئی۔ پس اگر وید قرآن شریف کی طرح خدا تعالیٰ کی تنزیہی صفات بھی لکھتا۔ اور صرف تشبیہی صفات پر حصر نہ رکھتا۔ تو یہ طوفان مخلوق پرستی کا اس کے ذریعہ سے پیدا نہ ہوتا۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۱۳)

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ سماج کے تمام مایہ ناز مسائل کو کچل کر رکھ دیا۔ اور ایک ایک چیز کو ثابت کر دیا۔ کہ وہ تارِ عنکبوت ہے۔

آپ نے اس قوم کے لیڈروں کو دعوت اسلام دی۔ اور ان کے خلاف سینکڑوں حجتیں اور دلائل لکھ کر دنیا کے سامنے پیش کر دیئے۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے سوامی دیانند جی کو بھی مخاطب کیا۔ اور ماسٹر مرلی دھر سے مباحثہ بھی فرمایا۔ متعدد کتب آریہ سماج کو مخاطب کر کے لکھیں۔ بالآخر اس میدان میں پنڈت لیکھرام اترے۔ اور انہوں نے خدا کے راستباز کے ساتھ اپنے زہر دھر کی بازی لگا دی۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک پیشگوئی کی :۔

"اسلام کے جھوٹا ہونے کا یہ ثبوت ہے۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی (نمائندہ اسلام) میری زندگی میں ہی تین سال کے اندر اندر ہیضہ سے مرجائیگا۔ اور اس کی اولاد وغیرہ سب اس عرصہ میں فنا اور برباد ہو جائے گی۔ اور قادیان کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔"

(کلیات آریہ مسافر)

اس کے مقابلے میں آپ نے پنڈت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ کہ چونکہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اس لئے ۲۰ رفروری ۱۸۹۳ء سے ۶ سال کے اندر پنڈت لیکھرام قتل کر دیا جائے گا۔ اور چھری سے قتل کیا جائیگا اور اس کا قاتل ایک فرشتہ ہوگا۔ دوشنبہ کا دن ہوگا۔ جو عید کے دن کے ساتھ ملا ہوگا۔ اور اس کی لاش جلائی جائیگی اور پھر دریا میں بہا دی جائیگی۔

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء عید کے دوسرے دن بروز ہفتہ قتل کر دیا گیا۔ اور اس طرح اپنی موت سے اسلام کی سچائی کو ثابت کر دیا۔

اس طرح خدا کا یہ بہادر اور جری دنیا کے تمام باطل مذاہب کو للکارتا رہا۔ اور ان کو قبولیت اسلام کی اور اسلام کی سچائی کی دعوت دیتا رہا۔ اور اس طرح اس نے خدا تعالیٰ کی برتری کو ہر ایک انسان اور ہر ایک فرد بشر پر ثابت کر دیا۔

آپ کا دوسرا کارنامہ

خدا تعالیٰ کی وحی کا نزول

دوسری چیز خدا تعالیٰ کی وحی ہے۔ خدا تعالیٰ کا کلام ایک ایسی نعمت ہے۔ کہ جس کے بغیر انسانی روح میسر نہیں آتی۔ اور اسے ایمان کامل میسر نہیں آتا۔ چنانچہ آپ نے لوگوں پر اس بات کو واضح طور پر ظاہر کر دیا۔ کہ خدا تعالیٰ آج بھی ویسے ہی کلام فرماتا ہے۔ جیسے پہلے فرمایا کرتا تھا۔ اور انسانی روحیں اس چشمہ سے آج بھی بالکل اسی طرح سیراب ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا:۔

"یہ خیال مت کرو۔ کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اور روح القدس اب اُتر نہیں سکتا۔ بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اتر چکا۔ اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اترنے کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو۔ تا وہ ان میں داخل ہو۔ تم اس آفتاب سے خود اپنے تئیں دور ڈالتے ہو۔ جبکہ اس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے ناداں اٹھ۔ اور اس کھڑکی کو کھول دے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا۔ جبکہ خدا نے دنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانے میں تم پر بند نہیں کیں۔ بلکہ زیادہ کیں۔ تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جن کی اس وقت تمہیں بہت ضرورت تھی۔ وہ تم پر اس نے بند کر دی ہیں ہرگز

نہیں۔ بلکہ بہت صفائی سے دروازہ کھولا گیا ہے۔"

(کشتی نوح ص۱۵)

پس اس طرح آپ نے اپنی ساری کتابوں میں وحی الٰہی اور کلام ربانی کا بار بار تذکرہ فرمایا۔ اور یہ ثابت کیا۔ کہ خدا تعالیٰ آج بھی اپنے بندوں سے ویسے ہی کلام فرماتا ہے۔ جیسے فرمایا کرتا تھا۔ اور اس طرح ان تمام دہریوں۔ ملحدوں۔ برہمو سماجیوں کی مکمل تردید فرما دی۔ جو خدا تعالیٰ کو گونگا خیال فرما رہے تھے۔

افسوس ہے۔ کہ میں نے اپنے اس مضمون کو ہر طرح مختصر کرنے کی سعی کی۔ مگر باوجود شدید اختصار کے وہ اس قدر طویل ہو رہا ہے۔ کہ اخبار اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مزید اختصار کے طور پر عرض ہے۔ کہ آپ نے ان تمام اعتراضات کے جواب دیئے۔ جو دنیا کے معترضین نے قرآن کریم کی سچائی کو چھپانے کے لئے کئے تھے۔ اور اس طرح قرآن کریم کے پاک چہرے کو دنیا پر ظاہر کیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر حملے ہوئے ان سب کا دفاع فرمایا۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء کی عصمت پر جو حملے معاندین اور شپرچشم لوگوں نے کئے تھے۔ ان سب کے جوابات دیئے۔ اور ثابت کیا۔ کہ تمام انبیاء معصوم تھے۔

اسلامی جنت نار کی فلاسفی بیان فرمائی۔ قبولیت دعا کے سربستہ راز بتلائے۔ توبہ۔ استغفار۔ اور شفاعت کے مسائل کو واضح فرمایا۔ اور تمام اعتراضوں کو دور کر دیا۔ اسی پر بس نہیں۔ دنیا سے اس سچائی کو منوایا۔ کہ ہر اُمت اور قوم میں راستباز مبعوث ہوتے رہتے ہیں۔

گناہ کے متعلق ایک باب علم دنیا کے سامنے رکھا۔ اور اس سے بچنے اور اس سے نجات کے طریق بتلائے۔

مسلمانوں کی از سر نو ایک جماعت قائم کی۔ جو اسلام کے سارے اصولوں پر عمل پیرا ہوئی۔ اس جماعت کو ایسے اصولوں پر ڈھال دیا۔ کہ وہ بنیان مرصوص ہو گئی۔ بیت المال اسلامی کا قیام فرمایا۔ مجلس شوریٰ قائم کی۔ تبلیغ اسلام کا مستقل ادارہ قائم کیا۔ اصلاح اُمت کے لئے کتابیں لکھیں۔ تقریریں فرمائیں۔ دعائیں کیں۔

الغرض

ہر شعبہ میں خواہ وہ اخلاق کا تھا۔ خواہ وہ دنیا کے امور کے متعلق تھا۔ خواہ وہ روحانیت کا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا جری اور مامور و مرسل مردانہ وار ہر کام کرتا ہوا نظر آیا۔

اس کے ذریعہ خارق عادت امور کا ظہور ہوا۔ اس نے معجزات بھی دکھلائے۔ اس نے قوموں کو للکارا۔ اس نے اسلام کو ہر میدان میں بڑھ کر پیش کیا۔

اس نے یورپ کے متعلق۔ ایشیا کے متعلق۔ ہندوستان کے متعلق۔ ٹرکی کے متعلق۔ عرب کے متعلق۔ شام کے متعلق۔ مصر کے متعلق۔ افغانستان کے متعلق۔ ایران کے متعلق ایسی پیشگوئیاں کیں۔ جو کسی انسان کے ہاتھ سے پوری ہوں بالکل ناممکن تھیں۔

آپ نے عربی زبان کا احیاء فرمایا۔ اور ثابت کیا۔ کہ یہ زبان اُم الالسنہ ہے۔ ہندوستان جیسے پسماندہ ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی۔ جن کے گھروں میں عورتیں اور بچے تک علوم عربیہ سے واقف ہیں۔

دکانوں پر بیٹھے ہوئے دوکاندار۔ معمولی ملازمتوں پر لگے ہوئے کارکن عربی سمجھ لکھ اور بول سکتے ہیں۔

پھر ایک ایسی جماعت پیدا کر دی۔ جو مشرق میں شمال میں جنوب میں پھیل گئی۔ تاکہ اعلاء کلمۃ الاسلام ہو۔ یہ لوگ اس تحدی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو للکارتے ہیں۔ کہ آؤ اسلام کے مقابلے میں اگر کوئی سچائی

تمہارے پاس ہے۔ تو اسے پیش کرو۔ یہ لوگ جہاں گئے۔ وہاں لوگ ان کی سچائی کا شکار ہوتے۔

اسلام کی مایوسی کی حالت تبدیل ہو گئی۔ اعتراض کا جواب دلائل اور براہین سے دیا جانے لگا۔ اور خدا کی سچائی ہر دلائل معجزات اور خارق عادت امور سے ثابت کی گئی ہے۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"۔ وہ سوکھا درخت ہرا ہو گیا۔ وہ بوسیدہ مکان از سر نو تعمیر کر دیا گیا۔ اور اسلام کا فیض رسان طبیب جسے کہا جاتا ہے۔

مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں

پھر مسیحی نفس طاقتوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور یحییٰ الاسلام کا پُرجلال نظارہ دکھلانے لگا۔ ایک مردہ کا زندہ ہونا اس عظیم الشان نشان کے مقابل میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ میں تو کہوں گا۔ کہ دس لاکھ مردوں کا زندہ ہو جانا بھی اس عظیم الشان نشان کے مقابل میں کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ کس طرح وہ مذہب جس کا نقشہ اوپر کھینچا گیا ہے۔ زندہ ہو گیا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ دوسروں کو بھی زندہ کرنے لگا۔ اس امر کے لئے آپ کو بیسیوں پیشگوئیاں دی گئیں۔ اور نشانات دکھائے گئے۔ چنانچہ چند ایک کا ذکر یہاں کر دیتا ہوں۔

"اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنی اس زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا۔ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی۔ کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا۔ کہ اس کتاب کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اس اشتہاری کتاب کے تالیف ہونے پر یہ کھلی۔ کہ وہ ایسی کتاب ہے۔ کہ جو قطب ستارے کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور اب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی۔ تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت ہی خوشرنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی۔ جو امرود سے مشابہ تھا۔ مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا۔ تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ جو دروازے سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوہ فرما رہے تھے۔

پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی۔ کہ تا اس شخص کو دوں۔ جو نئے سرے سے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دیدی اور اس نے وہیں کھا لی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت اونچی ہو گئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں۔ ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک چمکنے لگی۔ کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کو دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک"

(تذکرہ ص۳ و ۴)

اس کشف سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ آپ کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور بھی بلند ہو گیا۔ اور آپ کا نور آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ اور اسلام کا مردہ زندہ ہو کر طاقتور صورت اختیار کر گیا۔

اسی طرح آپ کے مبعوث ہونے سے قبل آپ کو دکھایا گیا۔ کہ:-

"میں نے ایک دفعہ اوائل ایام جوانی میں دیکھا۔ کہ میں ایک مکان کے اندر داخل ہوا ہوں۔ جس میں میرے خادم اور نوکر چاکر موجود ہیں۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ میرے فرش مکان کو درست اور پاک و صاف کرو۔ کیونکہ میرے آنے کا وقت اب آ گیا ہے۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت مجھ پر اپنی جان کے متعلق خطرہ و اندیشہ کی حالت طاری تھی۔ اور میں سمجھتا تھا۔ کہ اب میں بچ نہیں سکتا"

(ترجمہ آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸)

یہ کشف بھی اسلام کی ترقی کے متعلق ہے۔ پھر آپ کو الہاماً فرمایا گیا۔ کہ:-

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

فرمایا کہ:-

"یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے بیعت میں داخل ہونے سے گویا سلطنت بھی اس قوم کی ہو گی"

اس طرح اس اسلامی سلطنت کے متعلق جو لوگوں کی نگاہ میں مردہ ہو چکی تھی۔ جس کی لاش پر مردار خوار پرندے منڈلاتے اور نوچ رہے تھے۔ یہ پیشگوئی فرمائی۔ کہ وہ پھر ایک نئے دَور بہار میں آئیگی۔ اور سلطنتیں اُسے قبول کر لیں گی۔ اور اس طرح اس کی گمشدہ دولت و سطوت اسے واپس دیدی جائیگی۔

خدمت اسلام کیلئے پانچہزار فوج

ایک اور جگہ تحریر فرمایا کہ:-

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔ کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا۔ مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے

ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے

مگر وہ چپ رہا۔ اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے دوسرے کی طرف رُخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا۔ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سنکر بولا۔ کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی۔ مگر پانچہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اگرچہ یہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں۔ پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کہ كَمْ مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(تذکرہ ص۱۸۱ ازالہ اوہام ص۹۷،۹۸ حاشیہ)

یورپ کا اسلام میں داخل ہونا

آپ نے تحریر فرمایا۔ کہ:-

"طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہو گا۔ ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں۔ آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے۔ اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا"

(ازالہ اوہام ص۵۱۵ تذکرہ ص۱۸۲)

"میں نے دیکھا۔ کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں۔ اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام

کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرند پکڑے۔ جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔

سو میں نے اس کی تعبیر کی۔ کہ اگرچہ میں نہیں۔ مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۸۶۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵ و ۵۱۶)

پھر خدا تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

غلبہ ۔ عزت ۔ شہرت

"تو مغلوب ہو کر یعنی مقتولوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب ہو جائیگا اور انجام تیرے لئے ہوگا۔

خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ کہ تیری توحید۔ تیری عظمت۔ تیری کمالیت پھیلا دے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرے کو ظاہر کرے گا۔ اور تیرے سایہ کو لمبا کر دے گا۔

میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ اور تیری محبت دلوں میں ڈالوں گا۔" (تذکرہ صفحہ ۱۸۷)

نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین

آپ نے فرمایا:-

"میں نے ایک کشف میں دیکھا۔ کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا۔ کہ وہی ہوں۔ اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی عمل نہیں رہا۔ اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو۔ اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی۔ اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا۔ اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا۔ تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا۔ اور ایسا پکڑا۔ کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ اس کی قوت و قدرت مجھ میں جوش مارتی ہے۔ اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے۔ اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا۔ اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی۔ اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی۔

اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی۔ اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا۔ جس میں کوئی پوست نہ تھا۔ اور ایسا تیل ہو گیا۔ جس میں کوئی میل نہ تھی۔ اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اس شئے کی طرح ہو گیا۔ جو نظر نہیں آتی۔ یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے۔ اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا۔ کہ اس سے پہلے میں کیا تھا۔ اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی۔ اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگائے۔ اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا۔ کہ میرے اعضاء میرے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء ہیں۔ اور میں خیال کرتا تھا۔ کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اب کوئی شریک اور منازع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ

ہم ایک نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔

سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب اور تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا۔ کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمانی دنیا کو پیدا کیا۔ اور کہا۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرینگے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی۔ اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۹۴ تا صفحہ ۱۹۶)

اس کشف سے بہت سی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مگر جس کا اظہار اس وقت میں کرنا چاہتا ہوں۔ وہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آدم بنایا۔ جس کے ذریعے ایک نئی دنیا تعمیر فرمائی۔ جس کا نیا نظام ہوگا۔ اور نیا آسمان اور نئی زمین۔ اس نے اسلام کے مستقبل میں اس دنیا کی ہر ایک چیز بدل دی جائے گی۔ اور ایک نئی دنیا تعمیر کی جائے گی۔ جس میں خالص غلبہ اسلام ہوگا۔ اور تمام معبودان باطلہ مٹ جائیں گے۔ اور الوہیت حقہ کی چادر انسان کو ڈھانپ لے گی۔ چنانچہ اس مضمون کی تائید میں فرماتے ہیں۔ کہ:-

"میں ہر دم اسی فکر میں ہوں۔ کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے۔ . . . . میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا۔ اگر میرا قادر و توانا مجھے تسلی نہ دیتا۔ کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے۔ اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائینگے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئیگی۔ اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے۔ کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اب اس نے چاہا۔ کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزا چکھا دے۔ سو اب دونو مرینگے۔ کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مرینگی۔ جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی۔ اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں۔ کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف چڑھے گا۔ اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے۔ اور وہی باقی رہ جائینگے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔ اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔" (تذکرہ صفحہ ۲۸۰)

سب ملتوں کے ہلاک ہونے کی پیشگوئی

اسلام کا آئندہ دور ایسا شاندار اور عظیم الشان ہوگا۔ کہ دنیا میں اسلام ہی اسلام نظر آئیگا۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ:-

"قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی۔ مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے۔ مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا۔ نہ کند ہوگا۔ جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے۔ کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا۔ اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۸۶)

مسلمانوں کی ترقی آپ سے وابستگی میں ہے

"خدا نے یہی ارادہ کیا ہے۔ کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا۔ وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۹۳)

مصر میں آپ کی فتوحات

آپ نے دیکھا۔ کہ:-

"میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں۔ اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں۔ اور میں اپنے آپ کو موسیٰ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے۔ گاڑیوں۔ رتھوں وغیرہ کے ہے۔ اور وہ ہمارے بہت قریب آگیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور اکثر ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں۔ اور بلند آواز سے چلاتے ہیں۔ کہ اے موسیٰ ہم پکڑے گئے۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔"

(تذکرہ صفحہ ۴۲۹)

زار کا سونٹا ۔ خوارزم کی کمان

فرمایا:-

"میں نے دیکھا۔ کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آگیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا۔ تو وہ بندوق ہے۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ بندوق ہے۔ بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں۔ گویا بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ بندوق بھی ہے۔

اور پھر دیکھا۔ کہ خوارزم بادشاہ جو بو علی سینا کے وقت میں تھا۔ اس کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بو علی سینا بھی پاس ہی کھڑا ہے۔ اور اس تیر کمان سے میں نے ایک شیر کو بھی شکار کیا۔"

(الحکم جلد ۷ عـ۳ صفحہ ۱۵۔ تذکرہ صفحہ ۴۲۹)

الغرض

اس طرح صدہا کشوف اور الہامات ہیں۔ آنے والے مستقبل اسلام کے متعلق بتلایا گیا۔ کہ وہ ایک ایسا پاکیزہ زمانہ ہوگا۔ جبکہ تمام معبودان باطلہ مٹا دیئے جائیں گے۔ الوہیت حقہ کا غلبہ ہوگا۔ پرانی زمین مٹا دی جائیگی۔ نئی زمین و آسمان بنائے جائیں گے۔ جس میں انسان از سر نو مٹی سے پیدا کیا جائے گا۔ یعنی اس کے اندر صلاحیت کا مادہ رکھا جائے گا۔ وہ پھر سے آدم کہلائے گا۔ اور اسے

خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا جائیگا

اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ہوگا۔ یورپ اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگا۔ روس اسلام کے حلقہ میں داخل ہو جائے گا۔ عرب میں شام میں۔ مصر میں اسلام کی فتوحات ہوں گی۔ نئے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ جو اپنی حکومتوں سمیت اسلام کے حلقہ غلامی میں داخل ہو جائیں گے۔ اور تمام مذاہب باطلہ

نشا دیئے جائیں گے۔ اور ان سب باتوں کی طرف خدا کی وحی نے یوں اشارہ فرمایا۔

رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد

پس

اسلام کا مستقبل بڑا شاندار اور سنہری ہے۔ اس مستقبل میں اسلام شاندار اور درخشاں نشانوں اور علمی اور عقلی دلائل کے ساتھ لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرے گا۔ اور یہ اعتراض جاتا رہے گا۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام لوگوں کی نگاہ میں بہت بلند ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ کی روحانیت اور آپ کی قوت قدسی نے ایسا عظیم الشان انسان پیدا کیا۔ جس نے شیطان کے ساتھ آخری جنگ کی۔ اور اسے ہلاک کر دیا۔ جس نے معبودان باطلہ کو دنیا کی نگاہ میں باطل ٹھہرایا۔ اور لوگوں کے دل پاک کر دیئے۔ جس نے مردہ مسلمانوں کو زندگی کا آب حیات پلا کر زندہ کر دیا۔ اور اسے ایسی قوت عطا کی وہ ہمیشہ کے لئے دوسروں پر بھاری ہو گئے۔ آپ نے اسلام کی ایک ایک بات کو قائم کیا۔ اور اس کو نشوونما دی۔

پس

یہ ہے اسلام کا مستقبل جس کی مثال کبھی نہیں ملی۔ اور یہ ہے خدا کا وہ پہلوان اس زمانے کا راستباز حضرت احمد علیہ السلام جس کے وجود دنیا کے لئے ایک رحمت اور ابر کرم ہے۔ یہی ہے بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی مثیل عیسیٰ علیہ السلام اور تمام ادیان کا موعود اور ہادی۔ اور یہی وہ عظیم الشان مصلح ہے۔ جس کے کام کی عظمت بتلانے کے لئے ہم کو اسلام کی تباہی کی طویل داستان لکھنی پڑی۔ اور جس کے کیریکٹر اور مقام کو بتلانے کے لئے موجودہ حالت کے بعد آئندہ زمانے کے متعلق پیشگوئیاں بتلانی پڑیں۔

اے وہ لوگو! جن کے دل میں ایک ذرہ بھی خدا کا خوف ہے۔ خدا کے لئے اس راستباز کے حالات پر غور کرو۔ اور پھر اگر تمہارے دل مردہ نہیں ہو گئے۔ تو اس سچائی کو قبول کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ کیونکہ جتنا وقت بھی تم اس سچائی سے دور رہو گے۔ تم خدا تعالےٰ کے غضب کے قریب رہو گے آگے بڑھو۔ اور اسے قبول کرو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل یورپ الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انسان پرستی کا کوئی عزّ و وقار
آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رضی

ہرگز نہ میرد آنکس کہ زندہ شد بعشق ✲ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

میاں اللہ بخش خانصاحب بزدار مرحوم صحابی مسیح موعودؑ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دنیا عجب سرا ہے بچھڑیگا جو ملا ہے
گر سو برس جیا ہے آخر کو پھر جدا ہے

یہ دنیا فانی ہے۔ اور ہر ایک نے ایک نہ ایک دن یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ گو ایک مہربان محسن کی جدائی انسان پر شاق گزرتی ہے۔ مگر جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ اموات و پیدائش کا سلسلہ برابر چلا آیا ہے۔ اور چلا جائے گا۔ اس سے کسی کو مفر نہیں۔ انبیاء کرام کا پاک وجود جس کی دنیا کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بھی ایک معیار مقررہ تک دنیا میں رہ کر آخر کوچ کر جاتے ہیں۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی جدائی صحابہ کرامؓ پر شاق گزری۔ کہ حضرت عمرؓ جیسا انسان آپ کی وفات کا تب تک قائل نہ ہوا۔ جب تک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آن کر یہ خطبہ نہ پڑھا۔ کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ گویا انسان اس صدمہ جدائی کو برداشت کرنے کے لئے بڑی مشکل سے تیار ہوتا ہے۔ اور یہ صدمہ ایسا سخت ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو مشکل سے قابو میں رکھ سکتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اپنے پیارے بیٹے کی جدائی پر آنسو نکل پڑے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میاں مبارک احمدؐ کی وفات پر فرماتے ہیں۔

؎ وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

میرے والد صاحب بزرگوار جن کی وفات ۹/۴ سطابق ۱۴ رجب ۱۳۵۹ھ بروز سنیچر بوقت عصر ہوئی ہے۔ ہمارے لئے ایک بھاری صدمہ ہے۔ مولیٰ کریم ان کو علیین میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں داخل فرما وے۔ آمین۔ چاہتا ہوں۔ کہ ان کی سوانح حیات پر چند سطور لکھ دوں۔ شاید کہ ان سے کسی سعید کو فائدہ پہنچے۔ نیز درخواست کرتا ہوں۔ کہ تمام احباب آپ کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے دعا فرماویں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

آپ کی پیدائش وطن اور خاندان آپ کی پیدائش کے بارے میں ایک دفعہ میں نے آپ سے دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ میری پیدائش اپنے دادا صاحب یار محمدؐ خاں کی وفات سے تھوڑا عرصہ بعد ہوئی ہے۔ یہ بات اپنی والدہ ماجدہ کے بیان پر فرماتے تھے۔ آپ کے دادا صاحب کی وفات سنہ ۱۲۹۰ھ میں ہوئی اس لئے آپ کی عمر بوقت وفات کم و بیش ستر سال کی بنتی ہے۔

آپ کا وطن موضع لبستی بزدار ایک گاؤں ہے۔ جو تحصیل سنگھڑ ضلع ڈیرہ غازیخاں میں واقع ہے۔ آپ قوم بلوچ بزدار کے ایک فرد تھے۔ جو اس علاقہ میں بہ تعداد کثیر آباد ہے۔

آپ زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اکثر عمر کھیتی باڑی کے کام میں گزاری۔ کھیتی کا کام اپنے ہاتھ سے مدتوں کرتے رہے۔ لیکن لطف یہ ہے۔ کہ اس کام نے آپ کو اپنے مولا کریم کی یاد سے نہیں روکا۔ باوجود تمام دن چلچلاتی دھوپ میں ہل چلانے کے اور راتوں کو کھیتوں کو پانی دینے کے نماز کے لئے بروقت کھڑے ہو جاتے۔ اور سب دھندا اس عرصہ کے لئے چھوڑ دیتے۔ اپنے آرام اور آسائش پر عبادت الٰہی کو ہمیشہ مقدم رکھتے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ میں نے ان کو ایسا ہی دیکھا ہے۔ واللہ ما اقول شہید۔

تعلیم آپ نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی۔ اگر یہ کہوں۔ کہ آپ کا استاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہیں۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ قرآن مجید یہاں کے ایک مولوی احمدؐ صاحب مرحوم سے پڑھا۔ بڑی عمر میں جبکہ آپ صاحب اولاد تھے۔ چند فارسی کتب حضرت مولوی جندوڈا صاحب مرحوم سے پڑھیں۔ بس یہی آپ کی تعلیم تھی۔ لیکن جس وقت حضرت اقدس مسیح پاکؑ کا نام سنا۔ اور پھر آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر تو کتابوں کے کیڑے بن گئے۔ اور آپ کی کتابوں کو ایسا پڑھا۔ کہ بس فریفتہ ہی ہو گئے۔ فارسی کے بعض نہایت اعلےٰ اور دلکش اشعار آپ کو یاد تھے۔

آپ کی شادی اور اولاد آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے کوئی بھائی بہن نہ تھا۔ اگر کچھ تھے۔ تو بچپن میں فوت ہو گئے۔ اس لئے جب والد صاحب کی پیدائش ہوئی تو آپ کو ایک دودھ پلانے والی کے سپرد کر دیا گیا۔ کچھ دن ان کے پاس رہے۔ مگر وہ پوری نگرانی نہ کرتی تھی۔ اس لئے کسی نے دادی صاحبہ کو بتایا۔ کہ تمہارا بیٹا تکلیف میں ہے۔ اس لئے دادی صاحبہ والد صاحب کو اپنے پاس لے آئی۔ اور خدا پر بھروسہ کر کے اپنا دودھ پلانا شروع کر دیا۔ جب خدا زندگی دیتا ہے۔ وہی دودھ جو باقی بچوں کے لئے مضر ہوتا تھا۔ وہی اس کے لئے مفید ثابت ہو جاتا ہے۔ اپنی والدہ کا دودھ والد صاحب کے لئے مفید ثابت ہوا۔ لیکن والد صاحب اپنی اس دایہ کی جس کا دودھ چند دن نوش فرمایا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہی۔ خبر گیری کرتے رہے۔ اور دایہ کے بیٹوں سے ہمیشہ بھائیوں کا سا سلوک رکھا۔ اور ان سے ہر قسم کی مروت کرتے رہے۔ چونکہ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اس لئے والدین نے آپ کی شادی بالغ ہونے پر کر دی۔ اور اپنے ہی خاندان اور اپنے ہی گاؤں میں۔ خداوند کریم نے شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام فتح محمدؐ خاں ہے۔ جو خاکسار کا بڑا بھائی ہے۔ اس کے بعد خاکسار راقم پیدا ہوا۔ پھر ہماری ایک ہمشیرہ پیدا ہوئی۔ اور دادی صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت والد صاحب کے چار لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے۔ اور سب ہی صاحب اولاد ہیں۔ آپ کا پانچواں لڑکا مولوی عبداللہ خاں مرحوم بلوچ مولوی فاضل ہو کر ۱۹۳۶ء میں فوت ہو گیا۔ جو نہایت لائق اور نیک اور نرم طبیعت کا انسان تھا۔ خدا مغفرت کرے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

یا تو والد صاحب اپنے والدین کے اکیلے بیٹے تھے۔ یا اس وقت آپ کی اولاد بیٹے۔ پوتے۔ دوہتے۔ دوہتیاں۔ بہوئیں۔ اکیس کس احمدیت میں شامل ہیں۔ جو آپ کے فرمانبردار اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت کے ساتھ نہایت اخلاص رکھتے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

احمدیت کا ذکر اور قبولیت دادا جان ابھی زندہ تھے۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا۔ اور دادا جان کو یہ ذکر کیا۔ کہ مہدی پیدا ہو گیا ہے۔ والد صاحب فرماتے تھے۔ کہ تیرے دادا جان نے فرمایا۔ کہ اگر مہدی پیدا ہو گیا ہے۔ تو میں ان پر ایمان لے آیا ہوں۔ اس وقت بیعت وغیرہ کرنے کا نہ والد صاحب کو علم تھا۔ نہ دادا جان نے تحریری بیعت کی۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد دادا جان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تھوڑے عرصے بعد والد صاحب مرحوم

اور مولوی جندوڈا صاحب مرحوم نے سنا۔ کہ موضع منگروٹھہ میں مولوی محمد ابوالحسن صاحب دہلی سے پڑھ کر آئے ہیں۔ اور انہوں نے مہدی علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔ یہ دونوں بزرگ مولوی محمد ابوالحسن صاحب مرحوم سے ملنے کے لئے منگروٹھہ میں تشریف لے گئے۔ مگر معلوم ہوا۔ کہ مولوی صاحب مرحوم موصوف اندر پہاڑ تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے ان کو ناکام واپس آنا پڑا۔ مگر چونکہ مولوی صاحب کا ایک کنبہ یہاں منگروٹھہ میں تھا۔ اس لئے ان کو تاکید کی کہ جب مولوی صاحب پہاڑ سے واپس آئیں۔ ہمیں خبر دینا۔ آخر کچھ دنوں بعد مولوی صاحب پہاڑ سے واپس تشریف لے آئے۔ والد صاحب اور مولوی جندوڈا صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مولوی صاحب سے حضرت اقدس کے بارے میں تمام حالات دریافت کئے۔ چونکہ مولوی ابوالحسن صاحب مرحوم ایک عالم متبحر تھے۔ اس لئے ان کی اچھی طرح تسلی کرائی۔ یہ ہر دو بزرگ واپس اپنے گاؤں میں آگئے اس زمانے میں سوائے مولوی محمد ابوالحسن صاحب مرحوم کے اس علاقہ میں کوئی احمدی نہ تھا۔ اور نہ کسی کو حضرت اقدس ؑ کی خبر تھی۔

پرانے پیر صاحب کی آمد

اس بات کے تھوڑے دنوں بعد آپ کے پرانے پیر صاحب تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے آپ کو سمجھانا شروع کیا۔ اور کئی قسم کی باتیں کیں۔ والد صاحب فرماتے تھے۔ میں مولوی جندوڈا صاحب کی مسجد میں بھی جاتا تھا۔ اور غیر احمدیوں کی مسجد میں بھی جو قدیم سے ہماری جائے نماز تھی۔ خدا کا ایسا فضل ہوا۔ کہ مولوی محمد ابوالحسن صاحب بھی انہی دنوں بستی بزدار تشریف لے آئے۔ اور ہمارے پیر صاحب سے گفتگو کی۔ مگر وہ ماننے والے کیا تھے۔

بیعت کا خط لکھدیا

پیر صاحب کی مجلس سے اٹھ کر مولوی جندوڈا صاحب کی مسجد میں آئے۔ مولوی ابوالحسن صاحب کی تحریک اور یہ بتانے پر کہ تحریری بیعت ہو سکتی ہے۔ مولوی جندوڈا صاحب اور والد صاحب نے بیعت کا خط لکھدیا۔ اور غیر احمدیوں سے الگ نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ بس پھر کیا تھا۔ مخالفت کا طوفان بے تمیزی کھڑا ہو گیا۔ والد صاحب فرماتے تھے۔ ہم نے مولوی ابوالحسن صاحب سے کتب حضرت اقدس ؑ لے کر پڑھنی شروع کر دیں۔ جوں جوں کتب پڑھتے گئے۔ ہمارا ایمان ترقی کرتا اور شوق بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ہم نے تحریری بیعت کے چھ ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک سال بعد دارالامان جا ہی پہنچے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

دارالامان کی طرف روانگی

فرماتے تھے۔ تحریری بیعت کے بعد ایک ایسی تڑپ پیدا ہوئی۔ کہ اس نے ہمیں بے چین ہی کر دیا۔ ہر وقت اور ہر لحظہ یہی خیال کہ کسی طرح ہم اس مسیح و مہدی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ جس کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کیا ہے۔ ادھر گھر کے مشکلات۔ مالی تنگیاں۔ مال مویشی کا بکھیڑا۔ کھیتی باڑی کا فکر۔ اور درمیان میں سخت مخالفت کا پہاڑ حائل کہ بال بچوں کو کس کے سہارے چھوڑ جائیں۔ آخر خدا برحق پر توکل کر کے

سپردم بتو مایۂ خویش را ؛ تو دانی حساب کم و بیش را

بیوی بچوں کو خدا حافظ کہہ کر گھر سے روانہ ہو پڑے۔ تھوڑے سے ستو بنوائے اور تھوڑی رقم جس کی مقدار پانچ چھ روپے سے زیادہ نہ تھی۔ ساتھ لی۔ مولوی جندوڈا صاحب بھی جو محض بے سرو سامان درویش تھے۔ ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ گھر کا تمام کام میری والدہ ماجدہ کے سپرد کر کے چل دیئے۔

مولوی محمد ابوالحسن صاحب سے راستہ وغیرہ کی بابت پوچھ لیا تھا۔ گھر سے روانہ ہو کر موضع کالا میں پہنچے۔ جہاں مولوی ہوت خاں مرحوم مدرس احمدی تھے۔ رات ان کے ہاں ٹھہرے۔ وہ ہم سے تھوڑا عرصہ پہلے دارالامان سے ہو آئے تھے۔ رات کا بہت حصہ ان سے دارالامان کے حالات اور حضرت کے حالات سنتے رہے۔ مولوی ہوت خاں مرحوم نے فرمایا۔ مرزا صاحب کی بیعت تو حق ہے۔ مگر ہے بڑی مشکل۔ والد صاحب فرماتے تھے ان کی یہ بات مجھے آج تک یاد ہے۔

آمد و رفت میں قریباً دو سو میل سفر پیدل طے کیا

فرماتے تھے ہوت خاں سے رخصت ہو کر ہم پیدل چلتے رہے۔ جہاں رات ہو جاتی۔ ٹھہر جاتے۔ پھر صبح سویرے اٹھ کر چل پڑتے تھے۔ آخر کئی دنوں کے سفر کے بعد ہم ملتان پہنچے۔ جو ہمارے گاؤں سے قریباً سو میل دور ہوگا۔ وہاں ایک میاں محمد بخش صاحب چھاپہ گر احمدی ہوتے تھے۔ جن کا پتہ مولوی ابوالحسن صاحب نے بتایا تھا۔ ایک رات ان کے پاس ٹھہرے۔ آخر صلاح یہ ہوئی۔ کہ جو رقم پاس ہے۔ اس سے لاہور تک ریلوے ٹکٹ خرید لیا جائے اور پھر لاہور سے آگے پیدل سفر جاری کیا جائے۔ کیونکہ زاد راہ کم تھا۔ چنانچہ ملتان سے لاہور تک گاڑی میں سفر کیا۔ لاہور اتر کر پھر پیدل روانہ ہوئے۔ امرتسر پہنچے۔ اس سفر میں یہ تکلیف تھی۔ کہ لوگ ہماری بولی نہ سمجھتے تھے۔ اور ہم ان کی بولی نہ سمجھ سکتے تھے۔ آخر جوں توں کر کے سفر کرتے تکلیف اٹھاتے دارالامان پہنچے۔ مگر یہ تکلیف شوق و محبت میں تکلیف نظر نہ آتی تھی۔ بلکہ آتش عشق تیز تر ہو رہی تھی۔

دارالامان میں ورود

فرماتے تھے۔ مغرب سے ذرا پہلے ہم دارالامان پہنچے۔ مہمانخانہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے پرانے مکان میں تھا۔ میاں نجم الدین صاحب مہمان نواز تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ میاں پہلے کھانا کھا لو۔ پھر نماز پر چلے جانا۔ خیر ہم نے کھانا کھایا۔ پھر نماز کے لئے مسجد مبارک میں چلے گئے۔ اور نماز میں جا شامل ہوئے۔ اس دن مغرب کی نماز میں حضرت اقدس ؑ کسی وجہ سے تشریف نہ لائے تھے۔ نماز حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم مغفور نے پڑھائی۔ مسجد مبارک اس وقت بہت چھوٹی تھی۔

عجیب مشابہت

فرماتے تھے۔ جس رات ہم دارالامان پہنچے۔ اس رات کی صبح کو ہم مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ حضرت اقدس ؑ ابھی تشریف نہ لائے تھے۔ ایک شخص کو ہم نے دیکھا۔ جس کی شکل ہمارے گاؤں کے ایک سخت مخالف غلام محمد خاں ولد فضل خاں کی تھی۔ ہر ایک طور پر بالکل وہی معلوم ہوتا تھا۔ پگڑی۔ داڑھی۔ رنگ ڈھنگ۔ قد۔ وضع غرضیکہ کوئی بات انوکھی نہ تھی۔ ان کو دیکھ کر ہم حیران رہ گئے۔ مولوی جندوڈا صاحب نے میری طرف اور میں ان کی طرف دیکھا کیا۔ لیکن جب صبح کی نماز پڑھی گئی۔ اور روشنی نمودار ہوئی۔ ہم ان سے جا کر ملے۔ اور اپنی حیرانی کا ذکر کیا۔ تب معلوم ہوا۔ یہ چودھری کرم الٰہی صاحب ہیں۔

حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی زیارت

فرماتے تھے۔ صبح کی نماز کے وقت حضرت اقدس مسیح زماں مہدی دوراں تشریف لائے۔ مولوی جندوڈا صاحب مرحوم نے اپنے رؤیا کی بنا پر پہچان لیا۔ میں نے چہرہ مبارک کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو دل باغ باغ ہو گیا۔ دیکھنے سے دل کی سیری نہ ہوتی تھی۔ چاہتے تھے۔ کہ دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر آپ کے دیدار فرحت آثار کو دیکھتے رہیں۔ حضرت اقدس ؑ نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں جلوہ افروز رہے۔ پھر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ ہم نے بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا کچھ دن ٹھیرو۔

قیام دارالامان و دستی بیعت و دیگر حالات

فرماتے تھے ہم شنبہ یعنی سنیچر کے دن دارالامان بوقت شام پہنچے۔ اور جمعہ پڑھ کر واپس لوٹے۔ گویا ہمارا قیام دارالامان میں صرف سات دن رہا۔ جمعہ کے دن ہم دونوں نے بیعت کی۔ کچھ اور آدمیوں نے بھی بیعت کی۔ اس کے بعد ہم واپس لوٹے۔ حضرت اقدس ؑ نے ہمارے لئے دعا فرمائی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے جب ہم رخصت ہونے لگے۔ تو آپ نے بھی دعا فرمائی۔ ہمارے وطن کے حالات بھی دریافت فرمائے۔ اور نہایت ہمدردی سے پیش آئے۔ ان دنوں ہمارے وطن کے مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم وہاں مقیم تھے۔ جن کے ذریعہ ہمیں بہت آرام پہنچا۔ مولا کریم ان کو اسکی جزا دے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں ان کا آخری مقام ہو۔ آمین۔

فرماتے تھے۔ دوران قیام دارالامان میں ایک کشمیری مولوی جو غیر احمدی تھا۔ حضرت اقدس ؑ کی خدمت میں آیا۔ اور سوال کرنے لگا۔ وہ سوال کرتا تھا۔ حضرت اقدس ؑ جواب دیتے تھے۔ مگر نہایت نرمی اور محبت سے۔ وہ پھر سوال کرتا تھا۔ اور نہایت سختی سے بولتا تھا۔ مگر حضرت اقدس نہایت نرمی اور محبت سے جواب دیتے تھے۔ اور نہایت بسیط تقریر فرماتے تھے۔ اور پھر آخر میں فرماتے۔ اگر تم نہ سمجھو۔ تو ہم کیا کریں۔ بار بار حضور ؑ نے سمجھایا۔ مگر وہ محروم ہی چلا گیا۔

دارالامان سے مراجعت

جیسا کہ ذکر ہوا۔ فرمایا ہم جمعہ پڑھ کر واپس روانہ ہوئے۔ بٹالہ امرتسر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ پھر لاہور سے گاڑی میں بیٹھ کر ملتان سے ادرے تک چلے آئے۔ پھر کچھ فاصلہ پیدل طے کر کے گھر پہنچے گویا تمام سفر پیدل کا مجموعہ تین چار سو میل بنتا ہے۔

مخالفت کا طوفان بے تمیزی

فرماتے تھے۔ جب ہم دارالامان سے واپس آگئے۔ تو ہماری سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ جدھر سے گذرتے تھے۔ ٹھٹھے اور مسخریاں ہم پر ہوتی تھیں۔ اور لوگ پھبتیاں اڑاتے تھے قسم قسم کے ڈراوے دیتے تھے۔ مال مویشی اور کھیتی باڑی کے نقصان کرنے کے منصوبے باندھتے تھے۔ مولوی جندوڈا صاحب جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ بچوں کو ان سے پڑھانا بند کر دیا۔ اسکی جو خدمت کرتے تھے۔ اس سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس غریب کا اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ مگر اس متوکل انسان نے اسکی کوئی پروا نہ کی۔

میرے رشتہ داروں نے قطع تعلق کر لیا۔ ہمدرد رشتہ دار طعنہ دینے لگے۔ کہ ہم دیکھیں گے۔ کہ تم اپنے لڑکوں کی شادیاں کیونکر کرتے ہو۔ غرضیکہ ہر طرح ستایا۔ چچازاد بھائی الگ ہو کھڑے ہوئے۔ صرف میں اکیلا رہ گیا۔ سوائے خدا کے کوئی ساتھی نہ رہا۔ مگر اس علیٰحدگی میں عجیب سرور تھا۔ مولا کریم کی محبت دل میں موجزن تھی۔ عبادت میں ایک لذت تھی۔ کسی کا قطع تعلق کر لینا قطعاً گراں نہ گذرتا تھا۔ جتنا وہ مخالفت میں بڑھتے تھے۔ ہم محبت الٰہی میں ترقی کناں معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہماری ہلاکت چاہتے تھے۔ ہم ان کی ہدایت کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ یہ مخالفت کا سلسلہ چلتا چلا گیا۔ لیکن خداوند کریم کا فضل ہمیشہ ہمارے شامل حال رہا۔ فرماتے تھے۔ کہ میری دارالامان سے واپسی پر تمہاری والدہ نے بھی بیعت کا خط لکھوا دیا۔ اور ان کی سوتیلی ماں یعنی والد صاحب کی خوشدامن صاحبہ نے حضرت اقدس ؑ کو مان لیا۔ چھ سات سال بعد شیر محمد خاں صاحب نمبردار نے جو ہماری برادری کے ایک معزز فرد تھے۔ حضرت اقدس ؑ کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ لوگوں نے ان کو کتب پڑھنے سے منع بھی کیا۔ مگر چونکہ سعادت ازلی ان کے شامل حال تھی۔ مطالعہ کو جاری رکھا۔ اور آخر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو صادق یقین کر کے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانے میں احمدیت میں شامل ہو گئے۔ جس سے ہم کو ایک قسم کا سہارا مل گیا۔ پھر آپ کے خسر یعنی میرے ناناجان نے بیعت کر لی۔ اور کچھ دوسرے رشتہ دار بھی احمدیت میں شامل ہو گئے۔ اب یہاں خدا کے فضل سے بڑی اچھی جماعت قائم ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ (باقی دارد)